اندازِ بیان اور

راجہ مہدی علی خاں

فہرست

طفل تسلیاں

۱۔ چور کی دعا ________ 2
۲۔ خرگوشوں کی غزل ________ 3
۳۔ چار بجے ________ 4
۴۔ بچوں کی توبہ ________ 6
۵۔ ننھی جوگن خدا کی تلاش میں ________ 7
۶۔ محترمہ مسز اُلو اور ان کے بچے ________ 10

عہدِ جوانی ہنس ہنس کاٹا

۷۔ نگوڑا ________ 12
۱۰۔ پھول اور کانٹا ________ 13
۱۱۔ بنتِ عم ________ 14
۱۲۔ درزن اور لارڈ کرزن ________ 15
۱۳۔ بھائی اور بہن ________ 18
۱۳۔ فیصلہ ________ 19
۱۳۔ آخری گالی ________ 20
۱۳۔ مولوی صاحب کا خواب ________ 22
۱۳۔ اَدیب کی محبوبہ ________ 23
۱۳۔ ضرورتِ رشتہ اور تصویریں ________ 25

۱۳۔ایک اور ضرورتِ رشتہ اور تصویریں______________28
۱۳۔غنڈے______________32
۱۳۔ایک آنکھ والا______________33
۱۳۔اس سے اور اسی سے______________34
۱۳۔میاں کے دوست______________36
۱۳۔بیوی کی سہیلیاں______________38
۱۳۔سسرال کی جیل______________40
۱۳۔دو ہمسائیاں______________44
۱۳۔جلال زادہ______________46
۱۳۔جمال زادہ______________48
۱۳۔چاچا رحیم اللہ______________50
۱۳۔میرے تکیوں پر لکھے ہوئے اشعار______________51
۱۳۔ہمیں ہماری بیویوں سے بچاؤ______________52
۱۳۔دستکِ نیم شب______________54
۱۳۔مثنوی قہر البیان______________57
۱۳۔ڈراما شیریں فرہاد______________60

پھر ہم نے لیں آنکھیں کھول

۱۳۔مانگے کی کتابیں___واپسی پر______________63
۱۳۔دو حرام زادے______________65
۱۳۔بورڈ آف انٹرویو______________67
۱۳۔مریدانِ باصفا______________68

۱۳۔سوروں کی بغاوت______71
۱۳۔مثنوی تاج دین معراج دین______75
۱۳۔اشنان______78
کلاہ پوش____بہت بڑآنسو______78
۱۳۔آسمان کا بلبلہ______79
۱۳۔ایک چہلم پر______80
۱۳۔پارٹیشن______84

جنت میں بے چین رہے تھے دوزخ میں آرام کیا

۱۳۔پیراور مرید______86
۱۳۔اجی پہلے آپ______87
۱۳۔اونگھ______88
۔میں اور شیطان دیکھ رہے تھے______89
۔جہنم کے غنڈے______90
۱۳۔جب شام جنت میں ہوئی______92
۱۳۔جنت میں حسینوں کی بھوک ہڑتال______93
۱۳۔شاعر خدا کے دربار میں______98
۱۳۔میرا دوست______99
۱۳۔مثنوی قہرالبیان______101

۱۳۔رند کے رن رہے

۱۳۔خانہ بہ مہمان گزاشت______128
۱۳۔ایک اور مہمان______131

۱۳۔ راجند بیدی اور چور ____ 133

۱۳۔ حسابِ دشمناں در دل ____ 137

۱۳۔ رند کے رند رہے ____ 139

۱۳۔ والدہ میرؔ ننھے میرؔ کے سرہانے ____ 141

۱۳۔ پنجاب کے دیہات میں اردو ____ 142

۱۳۔ منٹوازم ____ 145

۱۳۔ ہنس پڑی، پھر رو پڑی ____ 146

۱۳۔ بہوساس رالوری می دہد ____ 148

۱۳۔ بیوی کی بغاوت ____ 150

۱۳۔ غالبؔ کے تیکیوں پر لکھے اشعار ____ 155

۱۳۔ غالبؔ کی تازہ غزلیں ____ 156

اندازِ بیاں اور

طفلِ تسلیاں

چور کی دعا

اے خالقِ ہر ارض و سما وقتِ دعا ہے
بندے پہ تیرے آج عجب وقت پڑا ہے
پہلے بھی ہر آفت سے مجھے تو نے بچایا
دائم رہا مجھ پہ تیرے الطاف کا سایہ
جب نام ترا لے کے کوئی نقب لگائی
ہر کام کی تدبیر مجھے تو نے سجھائی
سچ تو یہ ہے کتوں کو سلا رکھتا ہے تو ہی
میرے لیے دروازے کھلا رکھتا ہے تو ہی
انصاف کے پنجے سے مجھے تو نے چھڑایا
اور دامِ حوالات میں اوروں کو پھنسایا
دل میں بہت ارمان لئے نکلا ہوں گھر سے
ایسا نہ ہو ناکام میں لوٹوں ترے در سے
نامی کوئی ڈاکو نہیں، چھوٹا سا ہوں اک چور
رحم آتا ہے بندوں پہ بہت دل کا ہوں کمزور
مجھ سے کبھی گاڈریج کے تالے نہیں ٹوٹے
تیری ہی قسم میں نے کبھی بنک نہیں لوٹے
چھ سات سو مل جائے تو بندے کو ہے کافی
وہ چور نہیں ہوں جو کرے وعدہ خلافی
اس چھت پہ کمند اپنی میں پھینکوں گا گھما کر
ہمت دے مجھے اتنی کہ چڑھ جاؤں میں فر فر
بسم اللہ! ارے واہ میں قربان میں قربان
کیا خوب لگی ہے کمند اللہ تیری شان

خرگوشوں کی غزل

کوئی شکاری بار بار بن میں ہمارے آئے کیوں؟
چونکیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ڈرائے کیوں؟
گھر نہیں جھونپڑی نہیں ، کٹیا نہیں، مکاں نہیں ؟
بیٹھے ہیں جنگلوں میں ہم کوئی ہمیں بھگائے کیوں؟
کا ن کھڑے نہ کیوں کریں گھاس میں کیوں نہ ہم چھپیں؟
کھٹکا ذرا بھی ہو اگر ،کو ئی ٹھٹھک نہ جائے کیوں؟
بن میں ہمارے جو بھی آئے ، سیر مزے سے وہ کرے
آئے ہزار بار خود ، کتوں کو ساتھ لائے کیوں؟
امی سے مار کھا کے بھی، خوش کوئی کس طرح رہے
پانی مزے سے کیوں پیے گھاس مزے سے کھائے کیوں؟
کہتا تھا اک شکاری یہ آئیں گے ہم ضرور یاں
جس کو ہو اپنی جاں عزیز بن میں وہ گھر بنائے کیوں؟
چڑیاں یہ چہچہائیں کل، سوئیں گے ہم دوپہر تک
بند ہے بن کا مدرسہ کوئی ہمیں جگائے کیوں؟

﴾چار بجے﴿

بیٹھے بٹھائے ہو گئی گھر میں مارکٹائی چار بجے
میرے بزرگوں نے مجھ کو تہذیب سکھائی چار بجے
الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دعا نے کام کیا
امی اور ابا نے مل کر میرا کام تمام کیا
آج محلے بھر میں گونجی میری دہائی چار بجے
میرے بزرگوں نے مجھ کو تہذیب سکھائی چار بجے
ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی
کتنی خوشی سے ہم نے اپنے پٹنے کی تیاری کی
سارے گھر میں ہم نے کیسی دھوم مچائی چار بجے
میرے بزرگوں نے مجھ کو تہذیب سکھائی چار بجے
بی ہمسائی تو کیوں آئی تجھ کو شاید علم نہیں
یہ مرے پٹنے کا منظر ہے کوئی اَچھی فلم نہیں
تو میرا یہ ''میٹنی شو'' کیوں دیکھنے آئی چار بجے
میرے بزرگوں نے مجھ کو تہذیب سکھائی چار بجے
چائے کی میز پہ میں نے کچھ کچھ نقص نکالے فوڈ میں تھے
ہائے ری قسمت امی ابا دونوں ہی کچھ موڈ میں تھے
بیٹھے بیٹھے ان کو سوجھی میری بھلائی چار بجے
میرے بزرگوں نے مجھ کو تہذیب سکھائی چار بجے
تیرے حکم بنا اے داتا! پتہ تک نہیں ہلتا ہے
میں تو جانوں تیرے ہی در سے مجھ کو سب کچھ ملتا ہے
تھینک یو! تھینک یو! تو نے کرائی میری ٹھکائی چار بجے
میرے بزرگوں نے مجھ کو تہذیب سکھائی چار بجے

بچوں کی توبہ

ہم نے بکری کے بچوں کو کمروں میں نچانا چھوڑ دیا
ناراض نہ ہوں امی ہم نے، ہر شور پرانا چھوڑ دیا
ڈیڈی کے سوٹ پہن کر ہم صوفوں پر ڈانس نہیں کرتے
سارے گھر کی بنیادوں کو اب ہم نے ہلانا چھوڑ دیا
دادا ابا کا چشمہ اب بکرے کو نہیں پہناتے ہم
نانا ابا کی لٹھیا کو اب ہم نے چھپانا چھوڑ دیا
بندر کو سہرا باندھ کے ہم دلہا نہ بنائیں گے امی
اب گھونگٹ کاڑھ بندریا کو ڈولی میں بٹھانا چھوڑ دیا
ندیا کے گہرے پانی میں کھائے نہیں کئی دن سے غوطے
گھر ہی میں پڑے اب سڑتے ہیں، ندیا میں نہانا چھوڑ دیا
اب صبر کے میٹھے میٹھے پھل آہیں بھر بھر کر کھاتے ہیں
مالن کو بنا بیٹھے خالہ ، مالی کو رلانا چھوڑ دیا
گھر میں بیٹھے سادھو بن کر اب علم کی مالا جپتے ہیں
خرگوشوں کے پیچھے جنگل میں کتوں کو بھگانا چھوڑ دیا
اب ہم نے کبھی کھانا کھا کر کپڑوں سے ہاتھ نہیں پونچھے
دیکھو کئی دن سے دھوبی نے رونا چلانا چھوڑ دیا
ہر ایک بغاوت چھوڑی ہے ہر ایک شرارت رخصت ہے
اب گھر میں فرشتے آتے ہیں شیطان نے آنا چھوڑ دیا
ہم سے پھر بھی ناراض ہو کیوں؟ کیا تم سوتیلی امی ہو؟
اپنے ان پیارے بچوں کو اب منہ بھی لگانا چھوڑ دیا
جن آنکھوں میں روز شرارت تھی ان آنکھوں میں آنسو اب دیکھو
ان آپ کی پیاری آنکھوں کو اب ہم نے رلانا چھوڑ دیا
ہے گھر کی فضا سہمی سہمی، غمگین ہیں بچوں کے چہرے
کب ہنس کے کہو گی اے بچو! کیوں ہم کو ستانا چھوڑ دیا؟

﴿ننھی جوگن خدا کی تلاش میں﴾

اے خدا ! جنگل میں چھپ کر تم سے ملنے آئی ہوں
جیب میں تھوڑی مٹھائی بھی چھپا کر لائی ہوں
تجھ کو کیا معلوم ہے کتنا چاہتی ہوں میں تجھے
تجھ کو تھوڑا دیکھ لوں تو چین آ جائے مجھے
آسماں پر میں نے دیکھا دور بینوں نے تجھے
ڈھونڈتی پھرتی ہوں پونے دو مہینوں سے تجھے
آسماں پر چاند تاروں کے سوا کچھ بھی نہیں
جنگلوں میں دیوداروں کے سوا کچھ بھی نہیں
جھاڑیوں میں بھی نہیں ہے تو وہاں خرگوش ہیں
تیری خاطر بن کے جوگی بن میں جو روپوش ہیں
میری امی باہر آ جاتی ہیں برقعہ اوڑھ کر
تو کبھی برقعے میں بھی آتا نہیں مجھ کو نظر
آج کل پردہ کوئی کرتا نہیں تیرے سوا
چھوڑنے والی ہیں اب امی بھی پردہ اے خدا!
چوری چوری مجھ سے مل جا میں بہت ہی نیک ہوں
امی کہتی ہیں کہ لاکھوں لڑکیوں میں ایک ہوں
پورے پانچ آنے فقیروں کو میں دے کر آئی ہوں
ہاتھ میں چھوٹی سے اک تسبیح لے کر آئی ہوں
تجھ کو خوش کرنے کی خاطر جھوٹ بھی بولا نہ آج
کیا کروں جب اپنے سر پر رکھ لیا نیکی کا تاج
جنگلوں میں آ گئی سب اپنی گڑیاں چھوڑ کر

میں تو جوگن بن گئی ہوں تجھ سے ناتے جوڑ کر
چھپ کے امی سے وظیفہ بھی پڑھا کل رات کو
تاکہ وہ سن لیں نہ تیری اور میری بات کو
سات راتیں ''توبہ استغفار ''بھی پڑھتی رہی
آگے ہی آگے میں تیری راہ میں بڑھتی رہی
آدھی روٹی کھائی ہے اور ساتھ بس تھوڑی سی پیاز
آگئی ہوں بن میں لے کر اپنی ننھی ''جا نماز''
اک اگر بتی بھی لائی ہوں ابھی سلگاؤں گی
کر کے آنکھیں بند تیرے دھیان میں کھو جاؤں گی
آنکھ میں آنسو ہیں اور تیرے لیے ہے دل اداس
آبھی جا اب آبھی جا کوئی نہیں ہے آس پاس
لگ رہا ہے ڈر مجھے جنگل بہت سُنسان ہے
حوصلہ چھوٹا سا ہے ننھی سی میری جان ہے
دیکھ کر مجھ کو اکیلی بھیڑیا گر آگیا!
اور آکر مجھ نگوڑی کو وہ ظالم کھا گیا
دیکھ کر چھوٹی سی یہ تسبیح اور یہ ''جا نماز''
تو بہت روئے گا اے میرے خدائے بے نیاز
پھر یہ سب چیزیں مری امی کو تو دے آئے گا
کچھ نہیں تو منہ سے بولے گا، روتا جائے گا
تجھ سے جب پوچھیں گی امی کیا ہوا جی کیا ہوا؟
دیکھ کر امی کا چہرہ اتنا گھبرایا ہوا
تو نہیں یہ کہہ سکے گا تیری ''بانو ''مر گئی
میری خاطر اَپنی ماں کی گود خالی کر گئی
روئے گا پچھتا کے جب تو جنگلوں میں بار بار

بھیڑیئے کے پیٹ میں روؤں گی میں بھی زار زار
کیسے پونچھوں گی ترے آنسو بہت گھبراؤں گی
تو بلائے گا مگر کیسے میں باہر آؤں گی
اَپنی اِتنا چاہنے والی کو مت برباد کر
آسمانوں سے اتر کر اب میر ا دل شاد کر

☆

گر نہیں آتا تو پھر اِک کام کر دینا مرا
یہ ضروری کام ہے مت بھول جانا اے خدا
جب تجھے فرصت ملے اَمی سے کہ آنا کبھی
تھوڑی سے برفی منگا کر نیاز دلوا دے مری
اور فرشتوں سے یہ کہ دینا میرے اچھے خدا
میرا نام اِس چھوکری نے آ کے جنگل میں لیا
بھیڑیئے کے پیٹ سے جنت میں لے جانا اسے
بھول سے دھوکے سے دوزخ میں نہ پھینک آنا اسے

محترمہ مسز اُلو اور اُن کے بچے

(۱)

امی! میں اور بھیا کل اک شاخ پہ بیٹھے اونگھ رہے تھے
باغ کی بھینی بھینی خوشبو، چونچ سے اپنی سونگھ رہے تھے

ہم پہ سپنے پھینک رہا تھا دور سے سورج کالا کالا
آدھے سوئے آدھے جاگے دور ابھی تھا رین اجالا

اتنے میں اس پیڑ کے نیچے، آئے دو اسکول کے بچے
ایک اشارہ کر کے بولا، ''دیکھو دو الو کے پٹھے

ان کی گالی سن کے امی، رونے لگے ہم دونوں بھائی
بھاگ گئے ''وہ دونوں'' ڈر کر ہم نے ایسی راڑ مچائی

اپنی گول آنکھوں سے امی، ہم کوئی دو سو آنسو روئے
اوڑھ کے سپنوں والی چادر، الو پلو آج نہ سوئے

امی! ابا تو کہتے تھے، ہم دونوں اچھے بچے ہیں
پھر وہ بچے کیوں کہتے ہیں ''ہم الو کے پٹھے ہیں''

(۲)

آؤ ادھر اے پیارے بچو! ماں تم پر اپنی جاں وارے!
پونچھ لو اپنی گول آنکھوں سے لمبے لمبے آنسو پیارے
سچ کہتی ہوں تم دونوں ہو، ایک حسیں الو کے بچے

تم کو آ کر دے گئے گالی وہ ہوں گے الو کے پٹھے

ہنس عہد ہنس جوانی کا ٹا

﴿نگوڑا﴾

تو ہی جا کوٹھے پہ سوتن میں تو اب جا چکی
توبہ توبہ کون واں جائے گا میں باز آ چکی
جب میں اوپر ہوں جاتی
سامنے اس کو ہوں پاتی
وہ نگوڑا مجھ کو تک کر جانے کیوں کہتا ہے ''ہائے''
اب کہو سوتن کوئی کیا خاک اس کوٹھے پر جائے
دس دفعہ میں کل گئی جب
کیا بتاؤں اف میرے رب

دس دفعہ ہی میں نے پایا اس کو میرے سامنے
مجھ کو تک تک کر لگا کم بخت دل کو تھامنے
آ ذرا کوٹھے پہ جائیں
آ وہیں چُنری سکھائیں
اس نگوڑے مردوے کو منہ لگائیں گے نہ ہم
وہ جدھر ہو گا ادھر چنری سکھائیں گے نہ ہم

پھول اور کانٹا

جھٹپٹے کے وقت شبنم کے درختوں کے تلے
مل رہی تھی جب ہوا مسرور شاخوں سے گلے
جب زمینِ خلد منظر کیف سے معمور تھی
شام کی دیوی محبت کے نشے میں چور تھی
شہر کی ویراں سڑک پر مجھ کو اک لڑکی ملی
نیلگوں ملبوس میں مورت چھپی تھی نور کی
ساتھ اپنے دھول اڑائے جس طرح موجِ ہوا
جس طرح سے پھول کے ساتھ ایک کانٹا ہو لگا
تھام کر اس مہ لقا کا عطر سے آلودہ ہاتھ
نوجواں بھی آ رہا تھا ایک اُس کے ساتھ ساتھ

﴿بنتِ عم﴾

لڑکا: نہیں آتی تو کیا ہے ہم تمہیں انگلش پڑھا دیں گے
کتابیں مت منگانا سب کی سب ہم کل ہی لا دیں گے

لڑکی: نہیں اس کی ضرورت کیا، یہ تکلیف مت کیجیے
مناسب ہے یہی بی اے کا پہلے امتحان دیجے

لڑکا: کسی کی فکر میں کیوں آ رہے تم کو پسینے ہیں؟
ابھی تو امتحا ں میں ٹھیک پونے نو مہینے ہیں

لڑکی: جی ہاں ٹھیک ہے لیکن مجھے ڈیڈی پڑھا دیں گے
وہ کل ہی کہ رہے تھے سب کتابیں مجھ کو لا دیں گے

لڑکا: انہیں فرصت کہاں ہے کیوں انہیں تکلیف دیتی ہو
میں جب کہتا ہوں تم کوئی بہانا ڈھونڈ لیتی ہو

لڑکی: بہت رہتی ہے چیخم دھاڑ سب بچوں کی اس گھر میں
پڑھے گا خاک کوئی اتنا واویلا ہو جس گھر میں

لڑکا: ارے ہر شام کنجِ باغ میں ہم بیٹھ جائیں گے
اٹھے آندھی یا طوفاں ہم تمہیں انگلش پڑھائیں گے

لڑکی: اجی چھوڑو یہ باتیں اپنا دل تم کر چکے ہو گم
کہو نا صاف! مجھ سے عشق کرنا چاہتے ہو تم

﴿درزن اور لارڈ کرزن﴾

سرور: ادھر دیکھئے اک نظر بندہ پرور
کہ ملنے کو تشریف لائے ہیں سرور

ذرا اپنے چہرے سے زلفیں ہٹا کر
ہمیں دیکھئے اک نظر مسکرا کر
یہ ''دیوانِ غالب'' یہ ''دیوانِ حالی''
یہ ہے داستانِ ''امامِ غزالی''
تلاش ان کو کرتا رہا ہوں مہینوں
بڑی مشکلوں سے ملی ہیں یہ تینوں
میں بارش میں بھی آج پھرتا رہا ہوں
میں کیچڑ میں سڑکوں پہ گرتا رہا ہوں
نہ مجنوں کبھی یہ کٹھن کام کرتا
کہ وہ ایسے موسم میں آرام کرتا
مگر میں چراغِ محبت جلا کر
انہیں ڈھونڈ لایا اندھیروں میں جا کر
بس اب مجھ سے تم شکریہ تک نہ کہنا
اسی طرح بے درد خاموش رہنا
جب آیا انہیں گھر میں مصروف دیکھا
انہیں ''دفترِ دل'' سے ''موقوف'' دیکھا
مشینوں پہ کپڑے سیے جا رہے ہیں
رُومالوں پہ بخئے کیے جا رہے ہیں
جہیز اَپنا سینا اَری اَے حسینہ!
مگر میرا چاکِ گریباں نہ سینا
اَرے اس مشیں کو میں کھڑکی سے پھینکوں
ہوئے کتنے ٹکڑے؟ میں اُوپر سے دیکھوں
یہ ''ڈرکوپ'' ہے اور ڈرپوک ہوں میں
مگر پھینک دینے پہ پردوک ہوں میں

ہنساتا ہوں تم کو تو ہنستی نہیں ہو
پھنساتا ہوں تم کو تو پھنستی نہیں ہو
اے میرے اللہ بڑی ہے یہ پکی
نہیں چل سکے گی محبت کی چکی
نگاہیں اٹھا کر ادھر دیکھ درزن
کھڑا ہے ترے سامنے لارڈ کرزن

رضیہ: چلو چھوڑو مسٹر یہ بکواس کب تک
تم اس گھر میں تڑپو گے بے آس کب تک
کبھی لڑکیاں ایسے پھنستی نہیں ہیں
ہنساؤ تو بے درد ہنستی نہیں ہیں
بُرا ہے محبت میں ڈائرکٹ ہونا
پسند آ کے بھی ایسے ریجکٹ ہونا

سرور: یہ کمرے میں کتنی ہوا آ رہی ہے
یہ زلفوں کو بے کار الجھا رہی ہے
کہو تو میں کھڑکی کا پردہ گرا دوں؟
قریب آ کے چہرے سے زلفیں ہٹا دوں؟
یہ کم بخت کتنا اُلجھتی ہیں تجھ سے
الجھنا یہ تجھ سے الجھنا یہ مجھ سے
مچلتا رہوں کب تلک دور رہ کے
قریب آؤں میں ایک دو تین کہہ کے؟

رضیہ کم از کم رہو سو قدم دور مجھ سے

چپت ورنہ کھاؤ گے بھر پور مجھ سے
چلے آئے وہ عشق کا ساز لے کر
بلاؤں میں امی کو آواز دے کر؟
امی دیکھئے یہ........................

....

سرور: ارے رے رے خاموش بس بس
ابھی بس ابھی جا رہا ہوں میں واپس
میرے عشق کو پاؤں سے تم رگیدو
مگر ان کتابوں کی ''قیمت'' تو دے دو''
مگر یاد رکھو کے قیمت بڑی ہے
ہے برکھا کا موسم ملن کی گھڑی ہے

رضیہ: یہ برکھا کا موسم جہنم میں جائے
نہ ''شیطاں'' کوئی میری ''جنت'' میں آئے
مجھے یاد ہے کل درختوں کے پیچھے
گھنی ''عشق پیچاں'' کی بیلوں کے نیچے
لیا تھام جب تم نے اک ہاتھ میرا
ستایا بہت، مجھ کو جی بھر کے چھیڑا
بہت کچھ تمہیں پیشگی دے چکی ہوں
نہ پھر مانگنے کی قسم لے چکی ہوں
لئے اپنا دل بھاگ جا لارڈ کرزن
نہیں تو تمہیں پیٹ دے گی یہ درزن

﴿بھائی بہن﴾

لے کے اپنی اداؤں کے لشکر
وہ دبے پاؤں گھر سے آتی ہے
چاند حیرت سے اس کو تکتا ہے
سوچتا ہے کدھر یہ جاتی ہے
گلستاں کی حسیں ہواؤں میں
اس کی ہر اک مراد کھلتی ہے
دن میں کہتی ہے جس کو وہ بھائی
رات کو چھپ کر اس سے ملتی ہے

﴿فیصلہ﴾

محبت کروں تجھ سے میں اے حسینہ؟
مگر میری صورت کچھ اچھی نہیں ہے

یہی سوچتا ہوں کروں پھر بھی کوشش
مگر تیری صورت کچھ اچھی نہیں

چلو پھیر لیں اپنی اپنی نگاہیں
نہ تم ہم کو چاہو نہ ہم تم کو چاہیں

آخری گالی

پھر وہی چھیڑیں پیار کی باتیں آپ نہیں باز آئیں گے؟
دیکھئے ہم اُٹھ کر چل دیں گے، آپ نہیں گر جائیں گے

قوسِ قزح چولہے میں جائے کالی گھٹا کو آگ لگے
کیا ہم دیکھ نہیں سکتے ہیں؟ آپ ہمیں دکھلائیں گے؟

آنکھیں ہماری اچھی ہیں تو آپ کو ان سے کیا مطلب
جیسی بھی ہیں آپ اب ان کے پیچھے ہی پڑ جائیں گے؟

آپ نے تصویریں مانگی تھیں ہم نے بس یوں ہی دے دیں
کیا معلوم تھا آپ اب ان سے دل کا محل سجائیں گے

بُری بُری نگاہیں چہرے پر ڈال رہے ہیں اف توبہ!
ہم اپنے دونوں گالوں کو جا کے ابھی دھو آئیں گے

اتنے لمبے لمبے خط ہم کیسے پڑھیں ہائے اللہ!
جب آئیں گے ساتھ اَپنے کوئی مصیبت لائیں گے

ہم پر آپ نے نظمیں لکھ دیں اس پہ بھی ہم خاموش رہے
نظموں کے بعد آپ تو ہم پر نثر بھی اب چپکائیں گے

یہ جھمکے، یہ سینٹ ، یہ نظمیں عشق کا سب ساز و سامان
اب واپس لے جایئے صاحب بس میں نہیں ہم آئیں گے

کر لیجے رضیہ سے محبت ہم پر کیجے نظر کرم
وہ بے چاری پھنس جائے گی ہم اس کو سمجھائیں گے

عظمتؔ بھی اَچھی خاصی ہے اِس سے لڑا لیجے آنکھیں
آپ اِس بندی کی خاطر کب تک زحمت فرمائیں گے

خالد صاحب آتے ہیں تو کیسے کہیں ہم ’’مت آؤ‘‘
آتے ہیں تو ہم کیوں روکیں، کھا تو نہیں وہ جائیں گے

دیکھیئے ہاتھ لگایا تو ہم ڈر کر شور مچا دیں گے
اَمی، اَبا، پھپو، خالہ، دوڑ کے سب آ جائیں گے

پہلے ہم کو بہن کہا ، اَب فکر ہے ہم سے شادی کی
یہ بھی نہ سوچا بہن سے شادی کر کے کیا کہلائیں گے؟

﴾مولوی صاحب کا خواب﴿

دیکھا میں نے جس کو چھپ کے
اپنے حجرے کی کھڑکی سے
جس کے لئے تعویز کرائے
ندی نالوں میں ڈلوائے
اس کے گھر میں جا پہنچا ہوں
بالکل اس کے پاس کھڑا ہوں
گھر میں بیٹھی ہے وہ اکیلی
ماں ہے پاس نہ کوئی سہیلی
پردہ اس نے چھوڑ دیا ہے
برقعہ اس کا دور گرا ہے
چہرے پہ خوشبو دار پسینہ
الھڑ جوبن، باغی سینہ
گوری گوری چنچل باہیں
وصل کی خواہاں شوخ نگاہیں
سر پر لا کر ہاتھ حنائی
لے کر اک دل پھینک انگڑائی
کہتی ہے ”چھوڑ و قاضی واضی

میں بھی راضی، تو بھی راضی‘‘

﴿ادیب کی محبوبہ﴾

تمہاری الفت میں ہارمونم پہ میرؔ کی غزلیں گا رہا ہوں
بہتر ان میں چھپے ہیں نشتر جو سب کے سب آزما رہا ہوں
بہت دنوں سے تمہارے جلوے خدیجہ مستور ہو گئے ہیں
ہے شکر باریؔ کہ سامنے اپنے آج پھر تم کو پا رہا ہوں
لحاف عصمتؔ کا اوڑھ کر تم فسانے منٹوؔ کے پڑھ رہی ہو
پہن کے بیدیؔ کا ’’گرم کوٹ‘‘ آج تم سے آنکھیں ملا رہا ہوں
تمہارے گھر ن، م، راشدؔ کا لے کے آیا سفارشی خط
مگر تعجب ہے پھر بھی تم سے نہیں میں کچھ فیضؔ پا رہا ہوں
بہت ہے سیدھی سی بات میری نجانے تم کیوں نہیں سمجھتیں
قسم خدا کی کلامِ غالب نہیں میں تم کو سنا رہا ہوں
تمہاری زلفِ سیہ پہ تنقید کس سے لکھواؤں تم ہی بولو
شری عبادت بریلوی کو میں تار دے کر بلا رہا ہوں
میں تم پہ ہوں جانثار اخترؔ قسم ہے منشی فدا علی کی
بہت دنوں سے میں تم پہ ساحرؔ سے جادو ٹونے کرا رہا ہوں
اگر ہو تم حاجرہؔ تو پھر مجھ سے مل کے مسرور کیوں نہیں ہو؟
تمہارے سامنے اپندر ناتھ اشکؔ بن کے آنسو بہا رہا ہوں
حسیں ہو زہرہؔ جمال ہو تم، مجھے ستا کر نہال ہو تم
تمہارے یہ ظلم قرۃ العین کو بتانے میں جا رہا ہوں
میری محبت کی داستاں سن کے رو پڑے جوش ملسیانیؔ
سکھا کے پنکھے سے ان کے آنسو ابھی وہاں سے میں آ رہا

ہوں

پلادو آنکھوں سے تا کہ مجھ کو کچھ آلِ احمد سرؔور آئے
بہت ہیں غم مجھ کو عاشقی کے پئے بنا ڈگمگا رہا ہوں

میری تباہی پہ چھاپ دیں گے نقوش کا ایک خاص نمبر
طفیل صاحب کے پاس سارے مسودے لے کے جا رہا ہوں

وزیر آغا پٹھان ہیں ساتھ ساتھ یاروں کے یار بھی ہیں
پکڑ کے وہ تم کو پیٹ دیں گے میں کل انہیں ساتھ لا رہا ہوں

حکیم یوسف حسن نے جب میری نبض دیکھی تو رو کے بولے
جگر ہے زخمی تباہ گردے یہ بات تم سے چھپا رہا ہوں

ملیح آباد جا رہا ہوں میں جوش لاؤں کہ آم لاؤں؟
ہیں دونوں چیزیں وہاں کی اچھی میں لاؤں کیا تلملا رہا ہوں

جو حکم دو واجدہ تبسّم کا کچھ تبسم میں تم کو لا دوں
تمہارے ہونٹوں پہ غم کی موجوں کو دیکھ کر تلملا رہا ہوں

فسانۂ عشق مختصر ہے، قسم خدا کی نہ بور ہونا
فراؔق گورکھ پوری کی غزلیں نہیں میں تم کو سنا رہا ہوں

میری محبت کی داستاں کو گدھے کی مت سر گزشت سمجھو
میں کرشن چندر نہیں ہوں ظالم یقین تم کو دلا رہا ہوں

﴿ضرورت رشتہ۔اور۔تصویریں﴾

ممی اس سے نہیں ،توبہ ! کروں گی قدر خاک اس کی
مجھے لگتا ہے ڈر اس سے بہت لمبی ہے ناک اس کی
ہوئی شادی تو پہلا کام؟ میں ڈائی وورس مانگوں گی
میں اس کی ناک پر کیا اپنا اوور کوٹ ٹانگوں گی
نہیں بابا، نہیں بابا،

۲

یہ اچکن پہنے بیٹھے ہیں غلط بولیں گے انگریزی
ہلاکو جیسی آنکھیں ہیں، نگاہیں ان کی چنگیزی
میں کوئی ملک ہوں جو مجھ پہ حملہ کرنے آئے ہو
میاں جاؤ! میں اک تلوار ہوں کیوں مرنے آئے ہو
نہیں جچتے، نہیں جچتے،

۳

''وٹامن بی'' کی کچھ اس میں کمی معلوم ہوتی ہے
میرے اللہ نبض اس کی تھمی معلوم ہوتی ہے
میں بَیٹ کرتی ہوں امی ہو گا یہ بیمار برسوں سے
بچارا مطمئن ہو گا کم از کم چار نرسوں سے
نہیں امی، نہیں امی،

۴

بہت خط اس نے بھیجے، ایک بھی بھیجا نہ لَو لَیٹر
میں پچھلے ویک اس سے کر چکی ہوں ڈراپ یہ مَیٹر
میاں تم مشرقی اور مغربی ہے خاندان اپنا
میں باز آئی محبت سے اٹھا لو پاندان اپنا

نہیں جمتے ،نہیں جمتے،

۵

ممی غنڈہ ہے یہ اور نام ہے بی اے شریف اس کا
شراب اور بد معاشی میں نہیں کوئی حریف اس کا
ادھر یہ ڈال کر ڈورے مجھے اپنا بنا لے گا
ہو تم بھی خوبصورت، یہ نظر تم پر بھی ڈالے گے
اری لڑکی،اری لڑکی،

٦

نگاہیں نیچی نیچی نام ہے ایم اے لطیف اس کا
خدایا توبہ توبہ جسم ہے کتنا نحیف اس کا
میری نظروں کا پہلا تیر بھی یہ سہہ نہیں سکتا
یہ مر جائے گا بے چارہ یہ زندہ رہ نہیں سکتا
چلوآگے ، چلوآگے،

۷

یہ اس کے منہ پہ ''مسٹر در پھٹے منہ'' کس نے لکھ ڈالا
یہ میرا کام تھا لیکن شرارت کر گئی خالہ
ذرا ٹھہرو میں اس کے ساتھ خالہ کو پھنساؤں گی
اسی خالہ کو''بیگم در پھٹے منہ''میں بناؤں گی
''اری لڑکی،اری لڑکی،''

۸

یہ ایل ایل بی ہے پر اللہ بچائے ان وکیلوں سے
یہ ہر اک بات منوالے گا قانونی دلیلوں سے
مجھے ڈائی وورس یہ بائی فورس دے سکتا ہے حیلوں سے
میرا گھر لوٹ لے گا قرقیوں سے اور اپیلوں سے

نہیں دیکھو، پرے پھینکو،

۹

یہ شاعر ہے یہ ہر لڑکی کو آہیں بھر کے تکتا ہے
جب اکتا جائے گا کہہ دے گا میڈم تجھ میں "سکتا ہے"
کرے گا شاعری دن بھر نہیں پیسہ کمائے گا
یہ بھوکا رہ کے راتوں کو گرہ مجھ پہ لگائے گا
نہیں امی، نہیں امی،

۱۰

ارے یہ ڈاکٹر نبضیں حسینوں کی ٹٹولے گا
گنے گا دھڑکنیں دل کی ، گریبانوں کو کھولے گا
شریکِ زندگی بن کر میں جینے کو تو جی لوں گی
جو اس پر شک ہوا میں ٹنکچر آیوڈین پی لوں گی
نہیں بابا، نہیں بابا،

۱۱

امی اب بس کرو بس بس غلط ہیں سب یہ تدبیریں
محبت میں نہ کام آتی ہیں تصویریں نہ تقریریں
جو سچ پوچھو شرابِ عشق سپ کرتی رہی ہوں میں
وہی اچھا ہے جس سے کورٹ شپ کرتی رہی ہوں میں
بہت اچھا -!
بہت اچھا -!

﴿ایک اور ضرورت رشتہ اور تصویریں﴾

۱

پولیس کپتان کی پوتی ہے یہ، اس سے نہیں امی

جہاں ڈانٹا، پولیس آجائے گی فوراً وہیں امی
ذرا فون فاں کیا تو اپنے ڈیڈی کو بتادے گی
یہ خود باہر رہے گی اور مجھے اندر کرا دے گی
نہیں امی،نہیں امی

۲

ممی یہ وہ ہے جو پٹنے میں ہاکی میچ کھیلی تھی
خوشی سے شیخ کی موٹر میں اس نے لفٹ لے لی تھی
وہ اس گوری پہ کالا ہاتھ اپنا دھر چکا ہو گا
وہ موقع پا کے موٹر میں اسے کس کر چکا ہو گا
نہیں امی،انہیں امی،

۳

عدالت حسن کی ہے، بن کے مجسٹریٹ بیٹھی ہیں
یہ شادی کے لیے ''ملزم''کو دینے ڈیٹ بیٹھی ہیں
چھوا ان کو تو بولیں گی ''رذالت کر رہے ہو تم
پرے ہٹ جاؤ توہینِ عدالت کر رہے ہو تم
نہیں امی،نہیں امی

۴

ممی کیا یہ وہی ہے جس کی تم ہو عاشق و شیدا
یہ ہندی ہو کے کیوں انگلینڈ میں جا کر ہوئی پیدا
سوئٹزرلینڈ میں باپ اور امریکہ میں ماں اس کی
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں اس کی
نہیں امی،نہیں امی

۵

بھویں تنتی ہیں کتا ساتھ میں ہے تن کے بیٹھی ہیں

کلامِ داغ شاید پڑھ کے یہ بن ٹھن کے بیٹھی ہیں
کہیں گی میرے کتے کے لئے بھی پارٹنر لاؤ
کسی کافر ادا کی دید سے اس کو بھی بہلاؤ
نہیں امی، نہیں امی

۶

سنا ہے فلم میں بھی یہ حسینہ کام کرتی ہے
نہ جانے ایک دن میں کتنے دل نیلام کرتی ہے
جو ہیرو مل گیا کوئی مجھے ولین بنا دے گی
یہ دو ہی چار سینوں میں مجھے گھر سے بھگا دے گی
نہیں امی، نہیں امی

۷

ارے اس کو تو اس دن پارٹی میں ہم نے دیکھا تھا
کسی لڑکے نے اس پر دُور سے ایک پھول پھینکا تھا
یہی تھے ٹاپس کانوں میں، یہی ٹیشو کی ساری تھی
نظر سب سے بچا کر اس نے مجھ کو آنکھ ماری تھی
نہیں امی، نہیں امی

۸

ہے ریکٹ ہاتھ میں، کیا بیڈمنٹن اس نے سیکھی ہے
تتیا مرچ کی مانند کتنی تیکھی تیکھی ہے
اسی ریکٹ سے اک دن میرا قصہ پاک کر دے گی
یہ میرے عشق کو دو دن میں شٹل کاک کر دے گی
نہیں امی، نہیں امی

۹

دکن کی جادوگرنی آئی دامِ زلف کو کھولے

کہے قینچی کو ''خینچی'' اور قسم کو یہ ''خصم'' بولے
قسم کھانے کے دھوکے میں ''خصم'' شاید یہ کھا جائے
میری امی جوانی میں نہ مجھ کو موت آ جائے
نہیں امی، نہیں امی

۱۰

سنا ہے فنِ موسیقی میں ماہر ہے یہ نیک ابلا
کہے گی مجھ سے ''میں گاؤں گی تم چھیڑو ذرا طبلا''
میرے گھر کی چھتیں اڑ جائیں گی سب اس کی تانوں سے
نہ سارنگی جدا میں کر سکوں گا اس کی رانوں سے
نہیں امی، نہیں امی

۱۱

غزالی آنکھ، چہرہ پھول، شرمیلی نظر اس کی
حسیں آنکھوں پہ دو دو تِل ہیں اور غائب کمر اس کی
ممی یہ سرو قد لڑکی نہیں میرے نصیبوں میں
یہ بٹ جائے گی فوراً شاعروں میں اور ادیبوں میں
نہیں امی، نہیں امی

۱۲

کھڑی ہے ریگ ساحل پر امیر البحر کی پوتی
صراحی دار گردن میں ہیں کچھ مرجان، کچھ موتی
میرے دل کے سفینے کو چٹانوں سے نہ ٹکرا دے
کسی ملاح سے مجھ کو سمندر میں نہ پھکوا سے
نہیں امی، نہیں امی

۱۳

ممی اب تو سمندر میں ہی پھینک آؤ یہ تصویریں

نہیں ڈالو میرے قدموں میں تم شادی کی زنجیریں
جو سچ پوچھو، یہ سب شادی نہ کرنے کے بہانے ہیں
مچلتا تیر ہوں سب لڑکیاں میرے نشانے ہیں
مجھے دنیا کی ہر لڑکی حسیں معلوم ہوتی ہے
ہر اک صورت مجھے سحر آ فریں معلوم ہوتی ہے
اگر ان لڑکیوں میں ایک سے شادی کروں گا میں
یقیں ہے مجھ کو باقی کے لئے آہیں بھروں گا میں
کہو اب تم ہی امی میں کروں گا کس طرح شادی
میں ڈیڈی کی طرح ہرگز ''قناعت'' کا نہیں عادی
ارے لڑکے، ارے لڑکے

غنڈے

تاش کے پتے پھینکو یارو تاش کے پتے پھینکو یار
سامنے دیکھو کون آتی ہے کر کے سات سنگار
تاش کے پتے پھینکو یارو تاش کے پتے پھینکو یار
پہچانا ہے کون حسینہ؟
تھام لو اپنا اپنا سینہ
لنگڑے سیٹھ کی یار آتی ہے
ہفتے میں دو بار آتی ہے
چوڑیوں کے چھنکا ر سناتی
پائلیا کے گیت سناتی
آتی یہ ہر بار ہے یارو کر کے سات سنگار
تاش کے پتے پھینکو یارو تاش کے پتے پھینکو یار
سینے کا گلزار کھلاتی

ڈالی کی سی کمر لچکاتی
آج تو آتی ہے وہ اکیلی
ساتھ نہیں ہے اس کی سہیلی
کیوں بے تیلی اونگھ رہا ہے؟
اس کی خوشبو سونگھ رہا ہے؟

جب وہ آئے کہہ کے ہائے　　آنکھ تو اس کو مار
تاش کے پتے پھنکو یارو　　تاش کے پتے پھنکو یار

﴿ایک آنکھ والا﴾

لے کے بیڑی کا ایک لمبا کش　　ایک چابک لگا کے گھوڑے کو
تانگے والا میرا لگا کہنے　　دیکھ کر ایک حسین جوڑے کو

بابو جی ایک دن کا ذکر ہے یہ　　میں نے ریشم کی مشہدی لنگی
آنکھ پر کچھ جھکا کے باندھی تھی　　یہ میری آنکھ چھپ گئی سی تھی

منہ میں قینچی کا ایک سگریٹ تھا　　کان میں عطر کی پھریری تھی
کسی معشوق کو تنِ تنہا　　ڈھونڈتی ہر نگاہ میری تھی

اس سڑک پر اُس آنکھ نے دیکھا　　چلبلی پیاری اک حسینہ کو
''آجا کڑیئے اِدھر ذرا'' کہہ کے　　مار دی آنکھ اس لعینہ کو

اَپنے گورے سے ہاتھ کا تھپڑ　　میرے منہ پر جمادیا اس نے
یوں لگا جیسے گرم اک بوسہ　　میرے منہ پر ٹکا دیا اس نے

اُس حسیں ہاتھ کی حسیں خوشبو   اَب بھی آتی ہے سونگھ لیتا ہوں
دو گھڑی بند کر کے میں آنکھیں   اپنے تانگے میں اُونگھ لیتا ہوں
اور کیا چاہیے تھا بابو جی

اس سے اور اسی سے

(۱)

زمیں کے چاند ترا حسن آسمانی ہے
ہر ایک جلوہ ترا اک نئی کہانی ہے
ہے تیرے جلوؤں سے رخشندہ مری عمر کی رات
زہے نصیب کہ تو ہو مری شریکِ حیات
ہے میرے اجڑے ہوئے گھر کو انتظار ترا
تو اے بہار اسے آ کے رشکِ خلد بنا
گھر آؤں گا جو سرِ شام ہو کے میں بے حال
نہال دل کو کریں گے یہ تیرے پھول سے گال
گلے میں ہوں گے مِرے ہاتھ تیری باہوں کے
چمک اُٹھیں گے ستارے تری نگاہوں کے
کرے گی زندہ مجھے تیری دل نشیں گفتار
مرے چمن میں رہے گا سدا یہ حسنِ بہار
کِھلے گی دل کی کلی رُوح شادماں ہوگی
بہشت ہوگی اُسی گھر میں تو جہاں ہو گی

(۲)

خدا کے واسطے کھولو بھی آ کے دروازہ
میں کتنی دیر سے باہر کھڑا ہوں چیخ رہا

اگر علیل نہ ہو آپ کا مزاج شریف
تو پنکھا جھلئے ذرا اُٹھ کے کیجئے تکلیف
یہ چارپائی مری ٹیڑھی کیوں بچھائی ہے؟
بھلا اکنی یہ کیوں فرش پر گرائی ہے؟
الٰہی کون یہ پانی کا دے گا اِتنا بل
خدا کے واسطے کر نل کو بند اَے کاہل
چپاتیاں مرے اللہ سب کی سب کچی
تمام عمر ہی شاید رہو گی تم بچی،
نمک کی کان اُلٹ دی ہے آج سالن میں
اُٹھا پیالہ پٹخ دے یہ جا کے آنگن میں
بس اُٹھ بھی اَب کوئی اَیسا برا تو حال نہیں
یہ مجھ غریب کا گھر ہے یہ ہسپتال نہیں

دبادے پیر مرے اُٹھ کے اُٹھ بھی اُٹھ اے سست

﴿میاں کے دوست﴾

آئے میاں کے دوست تو آتے چلے گئے
چھوٹے سے ایک گھر میں سماتے چلے گئے
وہ قہقہے لگے کے چھتیں گھر کی اڑ گئیں
بنیاد سارے گھر کی ہلاتے چلے گئے
بکواس ان کی سن کے شیاطین رو پڑے
رویا جو ایک سب کو رلاتے چلے گئے
نوکر نے آج چائے کے دریا بہا دیئے
دریا سمندروں میں سماتے چلے گئے
الماریوں میں سہم گئے بسکٹوں کے ٹِن
چن چن کے ایک ایک کو کھاتے چلے گئے
کھانے کی چیزیں نادر و نایاب ہوگئیں
دلی کا قتل عام مچاتے چلے گئے
شیروں کی طرح ٹوٹ پڑے آ کے میز پر
جو چیز بھی ملی، وہ چباتے چلے گئے
جیسے پولیس مَین پکڑتا ہے چور کو
ہر شے پکڑ کے پیٹ میں لاتے چلے گئے
انجن کی طرح منہ سے اگلتے رہے دھواں
اور سگرٹوں کی راکھ گراتے چلے گئے
ہر سمت پھینک پھینک کے ماچس کی تیلیاں
کوڑے کا فرش گھر میں بچھاتے چلے گئے

کمرے میں گھومتے ہوئے کیچڑ بھرے وہ بوٹ
قالین کے نصیب جگاتے چلے گئے
دیواروں سے ٹکے رہے چپڑے ہوئے وہ سر
ہر نقشِ ماسوا کو مٹاتے چلے گئے
آوازیں ''آخ تھو''کی ہوتی رہیں بلند
سوئے ہوئے گلوں کو جگاتے چلے گئے
کوئی کتاب اپنے ٹھکانے نہ رہ سکی
ہندی کو فارسی میں ملاتے چلے گئے
اخباروں کی وہ دھجیاں بکھریں کہ کیا کہوں
اب ان سے وہ نگاہ کے ناتے چلے گئے
دیواریں وہ نہیں رہیں، وہ در نہیں رہا
جس گھر پہ مجھ کو ناز تھا وہ گھر نہیں رہا

بیوی کی سہیلیاں

آئی جو ایک اور بھی آتی چلی گئیں

چھوٹے سے ایک گھر میں سماتی چلی گئیں
بچوں کی فوج لے کے ہوئیں گھر پہ حملہ زن
ہم ''دشمنوں'' کے ہوش اڑاتی چلی گئیں
غنچہ دہن اگلتے رہے دودھ بار بار
یہ بار بار دودھ پلاتی چلی گئیں
ننھوں نے ڈرائنگ روم میں دریا بہا دیئے
دریاؤں میں یہ بند لگاتی چلی گئیں
بچوں نے چھیڑے ناک سے نغمے سرڑ سرڑ
ناکیں پکڑ کے ''چھُوں'' یہ کراتی چلی گئیں
دیوار پر جہاں بھی سفیدی نظر پڑی
کتھے کے پھول اس پہ بناتی چلی گئیں
اوراق ہر کتاب کے الٹے لگا کے تھوک
پیکوں کی مُہر ان پہ لگاتی چلی گئیں
کھینچے انہوں نے آ کے مِرے ریڈیو کے کان
چاروں طرف سے اُس کو بجاتی چلی گئیں
کھانے میں نقص انہوں نے نکالے ہزار ہا
ہر نا پسند چیز کو کھاتی چلی گئیں
بولی جو ایک ''کائیں''، تو سب بولیں ''کائیں کائیں''
پھر ''کائیں کائیں کائیں'' سناتی چلی گئیں
ہر ایک کا تھا یاد انہیں شجرۂ نسب
ہے کون کس کا باپ؟ بتاتی چلی گئیں
ہمسائیوں کے سر کی حجامت کے بعد بھی
قینچی زبان کی یہ چلاتی چلی گئیں
ہر سال ان کی عمر گھٹی چار پانچ سال

ہر سال ''عمرِ غیر'' بڑھاتی چلی گئیں
دلہن کی طرح گھر تھا ہمارا سجا ہوا
بیوہ کی طرح اس کو مٹاتی چلی گئیں

رو رو کے آج مانگ رہا ہوں یہی دعا
اس گھر میں بلائیں نہ پھر آئیں اے خدا

﴾سسرال کی جیل﴿

(ایک قیدی بہو کی فریاد)

کیا لکھوں امی آپ کے خط کے جواب میں
کب سے ہوں کیا بتاؤں جہانِ خراب میں
سسرال والوں نے مجھے ڈالا عذاب میں
یوں دب گئی ہوں جیسے ورق ہو کتاب میں
جمنؔا کی موج رہ نہیں سکتی چنابؔ میں
میں ہوں ''سمندِ ناز'' پہ پا ہے رکاب میں
کل مجھ سے سچ کہا چچا غالبؔ نے خواب میں
''ملتی ہے خوئے ساس سے نار التہاب میں''

لیوے نہ میرا نام ''ستم گر'' کہے بغیر
سوتی نہیں کبھی مجھے کافر کہے بغیر
کہتی ہے آ گئی مرے گھر پر کہے بغیر
بستر بچھا دیا مرے در پر کہے بغیر
آفت یہ آ گئی میرے سر پر کہے بغیر
کیوں روز مجھ سے لیتی ہے ٹکر کہے بغیر
کیوں ڈالتی ہے چائے میں ''شکر'' کہے بغیر
میں تجھ کو کھینچ ماروں گی پتھر کہے بغیر

پتھر جو ماروں میں تو نہ رونا جواب میں
رہ ایسے جیسے پاؤں رہے ہے جراب میں

ہنستی ہوں جب ذرا ''رخِ دلدار'' دیکھ کر
روتی ہے میری ہمتِ دیدار دیکھ کر
جلتی ہے میری تابشِ رخسار دیکھ کر
کڑھتی ہے میری چلبلی رفتار دیکھ کر
ہنستی ہوں میں یہ ساس کے اطوار دیکھ کر
جیسے شہید ہنستا ہے تلوار دیکھ کر

یہ ساس ہے کہ شیر چھپا ہے نقاب میں
اللہ کسی کو ساس نہ دیوے شباب میں

حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
سوتی ہے وہ سنبھالتی ہوں سارے گھر کو میں
ببلو کو چپ کراؤں تو ماروں قمر کو میں
فرشِ زمین دھوؤں کہ مانجوں کُکر کو میں
کیوں اپنا گاؤں چھوڑ کے آئی نگر کو میں
رو رو کے یاد کرتی ہوں فادر مدر کو میں

دکھتی ہے ساس ہی مجھے دیکھوں جدھر کو میں
ہر اک سے پوچھتی ہوں کہ دیکھوں کدھر کو میں
ناز و ادا سے تھام کے اپنی کمر کو میں
جب اپنا دکھ سناؤں قمر کے پدر کو میں
کہتے ہیں دیکھ آگ لگا دوں گا گھر کو میں
سنتا نہیں ہوں دکھڑے کسی کے سحر کو میں
گھائل کروں گا دل کو نہ زخمی جگر کر میں
اے کاش! جانتا نہ تری رہگزر کو میں

اچھا یہی ہے ڈھونڈ لے راحت عذاب میں
اماں کا ذکر کفر ہے میری جناب میں

دیوؤں سے بھی ہیں بڑھ کے میری دیورانیاں
پیپر میں چھاپ دوں گی میں ان کی کہانیاں
''پچھلی طرف کو پاؤں'' ہیں ان کی نشانیاں
چولہے میں جائیں ان کی یہ ظالم جوانیاں
کرتی ہیں راج گھر پہ یہ شیطاں کی نانیاں
اس گھر میں فٹ ہیں جیسے گھڑی میں کمانیاں
جادو گروں سے سیکھ کے جادو بیانیاں
کرتی ہیں مجھ غریب پہ یہ ظلم رانیاں
کیا لکھوں ان کی مجھ پہ ہیں کیا مہربانیاں
ہر بات میں دکھاتی ہیں یہ نکتہ دانیاں
اک دو نہیں ہیں خیر سے چودہ ہیں رانیاں
شام و سحر یہ کرتی ہیں ریشہ دوانیاں

رہتی ہوں رات دن میں اسی پیچ و تاب میں
پہنچا دیں سائنس دان انہیں ماہتاب میں

نندوں کی ہر نگاہ جگر تک اتر گئی
اپنے خُسر کی ڈانٹ میں سنتے ہی ڈر گئی
پہلی بہو تو خیر سے اللہ کے گھر گئی
ہنس ہنس کے جینے آئی تھی ، رو رو کے مر گئی
آئے گی تیسری بھی اگر میں گزر گئی
''اب آبروئے شیوۂ اہلِ نظر گئی
کہتے ہیں تڑکے تڑکے ''بہو کیا تو مر گئی'
اٹھو بس اب کہ لذتِ خوابِ سحر گئی

دیور ہے یا کہ زہر ملا ہے گلاب میں
جیٹھوں کا ذکر بھول گئی اضطراب میں

﴾دو ہمسائیاں﴿

شکیلہ: تمہارے بچے ہماری بلی کی دم پکڑتے ہیں ان کو روکو
تمہارے مرغے ہماری چھت پر اذان دیتے ہیں ان کو روکو

عقیلہ: تمہارا بکرا ہمارے آنگن میں آ گھسا تھا ہلا کے داڑھی
دو ہنٹروں سے اسے بھگایا وہ جا رہا تھا اٹھا کے ساڑھی

شکیلہ: تمہاری بچی ہماری نانی کو ''پوپلی'' کہہ کے بھاگ جائے
تمہارا بچہ ہمارے نانا کو ''غنڈہ'' کہہ کہہ کے منہ چڑائے

عقیلہ: تمہارا کتا کچن میں گھس کر ہمارا سب دودھ پی گیا ہے
جوانی پیٹے کو کیا کہوں میں ابھی ابھی کھا کے گھی گیا ہے

شکیلہ: میں جانتی ہوں کہ میرے کتے کو اس پہ تو نے بھی کیا سزا دی
زباں سنبھال اپنی ورنہ جھانپڑ میں تجھ کو دوں گی حرام زادی

عقیلہ: حرام زادی تو وہ تھی جس داشتہ نے تجھ کو جنم دیا تھا
کلال زادی تھی مال زادی تھی جس نے رشتہ ترا لیا تھا

شکیلہ: ترا حسیں باپ تیری اماں کو ناگ پور سے بھگا کے لایا
گیا جو پکڑا تو میرا سسرا ہی کلمونہے کو چھڑا کے لایا

عقلیہ تمہارا سسر وہی جو بھیڑیں کسی زمانے میں ہانکتا تھا
ہماری اماں کو روز چھپ چھپ کے اپنی کھڑکی سے جھانکتا تھا

شکیلہ: تمہارا شوہر بھی چھپ کے کھڑکی سے روز بندی کی جھانکتا ہے
وہ روز کھڑکی کے پاس ہی کیوں بٹن قمیضوں میں ٹانکتا ہے
گنے تھے کل ہی لکھے جو اس نے عشقیہ خط ہیں پورے گیارہ
دکھاؤں گی سب کو آج یہ خط پڑھے گا ان کو محلّہ سارا

عقیلہ: اری بہن____! آپا، کیا یہ سچ ہے؟ میری خطائیں معاف کردو

بہن بہن سے لڑی تو کیا ہے جو دل میں ہے میل صاف کر دو
میں کتنی باتیں سنا رہی تھی زبان خاموش تھی تمہاری
قسم خدا کی بتاؤں کیسے ہو تم مجھے جان و دل سے پیاری
تم اپنے گھر میں مجھے بلانا میں چھپ کے دیکھوں گی شب نظارہ
جو وہ اشارہ کریں گے تم کو ہوا کروں گی میں عشق سارا
ابھی میں آتی ہوں میری پیاری رومال میں باندھ کر مٹھائی
ذرا مجھے بھی وہ خط پڑھانا کہ جن میں الفت گئی جتائی
تمہارا کتا ادھر جو آئے نہ روکو معصوم جانور ہے
وہاں جو کھائے یہاں بھی کھائے کہ یہ بھی آخر اُسی کا گھر ہے
تمہارا بکرا ہمیں ہنساتا ہے گھر میں آ کے ہلا کے داڑھی
میں پیار سے روک دوں گی اس کو اگر اٹھائے وہ میری ساڑھی

﴾جلال زادہ﴿

سوجا ہیبت خاں کے پوتے سوجا چیخم دھاڑ خاں
تیرے رونے سے بہت آ گئی ہے تنگ تیری ماں
مت اکڑ، چپکے سے سو جا کالے کالے میرے لال
نوچ ڈالوں گی میں ورنہ تیرے لمبے لمبے بال
تو ہے اک ڈاکو کا بیٹا تو نہیں رو میری جاں
سوجا ہیبت خاں کے پوتے سوجا چیخم دھاڑ خاں

دیکھ تیرے سامنے دس من کا جو صندوق ہے
اس کے پیچھے کارتوسوں سے بھری بندوق ہے
اس سے آگے کیا کہوں؟ کھلوا نہیں میری زباں
سو جا ہیبت خاں کے پوتے سوجا چیخم دھاڑ خاں
ایک دن کا ذکر ہے روتی تھی میں سوتی نہ تھی
باپ تیرا چپ کراتا تھا میں چپ ہوتی نہ تھی
توڑ ڈالیں اس نے اک مکے سے میری پسلیاں
سو جا ہیبت خاں کے پوتے سوجا چیخم دھاڑ خاں
جب گھروں میں کودتا ہے وہ کسی دیوار سے
قفل کھل جاتے ہیں ڈر کر اس کی اک للکار سے
سہم کے ہر چیز کہتی ہے ''اجی میں ہوں یہاں''
سو جا ہیبت خاں کے پوتے سوجا چیخم دھاڑ خاں
دست بستہ ہو کے موت اس سے کہے آداب عرض
عالی جا ہا آپ پورے کر رہے ہیں میرے فرض
آپ کو ٹوکوں بھلا یہ مجھ میں ہمت ہے کہاں
سو جا ہیبت خاں کے پوتے سوجا چیخم دھاڑ خاں
بن میں سب شیر ببر اس سے کہیں بعد از سلام
حکم دیجے کس کو پھاڑیں آپ کے ادنیٰ غلام
آپ کے بچے شہنشاہوں کی کردیں بوٹیاں
سو جا ہیبت خاں کے پوتے سوجا چیخم دھاڑ خاں
''پھو'' کرے تو چاند کا دیپک بجھا سکتا ہے وہ
''شو'' کرے تو آگ ساگر میں لگا سکتا ہے وہ
اس کو غصہ آئے تو الٹی بہا دے ندیاں
سو جا ہیبت خاں کے پوتے سوجا چیخم دھاڑ خاں

ہاتھیوں کے شوخ بچے بن میں جب سوتے نہیں
اور ریں ریں کر کے جب روتے ہیں چُپ ہوتے نہیں
سن کے اس کا نام کر دیتے ہیں بند اپنی فغاں
سو جا ہیبت خاں کے پوتے سوجا چیخم دھاڑ خاں

زیوروں کی بوریاں اونٹوں پر لے کر آئے گا
آج نوٹوں سے لدے چھکڑے وہ گھر میں لائے گا
میں اکیلی جان اتنے نوٹ رکھوں گی کہاں
سو جا ہیبت خاں کے پوتے سوجا چیخم دھاڑ خاں

وہ اٹھی آندھی وہ سہمے گھر کے سب دیوار و در
اڑ گئے شاخوں سے کوّے شاید آتا ہے وہ گھر
پونچھ لے جلدی سے آنسو گر ہے پیاری تجھ کو جاں
سوجا ہیبت خاں کے پوتے سوجا چیخم دھاڑ خاں

﴿جمال زادہ﴾

میرے ننھے چاند مت رو میرے شاہزادے سو جا
تیری ضد کہیں اے ظالم نہ مجھے رلا دے سو جا
تیرا باپ میرے گھر سے مجھے ورغلا کے لایا
ہوا وصل در جہنم جو مجھے بھگا کے لایا
تھا جمالؔ نام اس کا اے جمال زادے سو جا
تیری ضد کہیں اے ظالم نہ مجھے رلا دے سو جا

مجھے موہنے کو جس نے کیا روز مجھ سے دنگا
نہیں اب وہ آنے والا گیا بھاگ وہ لفنگا
جسے میں کبھی نہ بھولوں تو اسے بھلا دے سوجا
تیری ضد کہیں اے ظالم نہ مجھے رلا دے سو جا

وہ کواڑ بند کر کے مجھے روز پیٹتا تھا
کبھی مثل چارپائی وہ مجھے گھسیٹتا تھا
تو اگر ہے میرا بیٹا اسے بددعا دے سو جا
تیری ضد کہیں اے ظالم نہ مجھے رلا دے سو جا
میری چٹیا اس نے کاٹی میری مانگ اس نے توڑی
میرا کون ہے جہاں میں کہاں جاؤں میں نگوڑی
جو میں کر چکی ہوں اس کی نہ مجھے سزا دے سوجا
تیری ضد کہیں اے ظالم نہ مجھے رلا دے سو جا
وہ جو عاشقی کے دن تھے وہ کبھی کے کٹ چکے ہیں
میرے بک چکے ہیں زیور میرے کپڑے پھٹ چلے ہیں
کہیں میری آہ سوزاں نہ تجھے جلا دے سو جا
تیری ضد کہیں اے ظالم نہ مجھے رلا دے سو جا
نہ لبوں پہ اب ہے سرخی نہ وہ منہ پہ اب ہے غازہ
لئے جا رہی ہے قسمت میرے عشق کا جنازہ
کہیں حادثہ یہ پاگل نہ مجھے بنا دے سو جا
تیری ضد کہیں اے ظالم نہ مجھے رلا دے سو جا
مجھے کون آسرا دے میں ہوں شہر میں اکیلی
نہ مرا عزیز کوئی، نہ مری کوئی سہیلی
میرے غم کو میرے دکھ کو تو ہی آ سرا دے سو جا
تیری ضد کہیں اے ظالم نہ مجھے رلا دے سو جا
ارے سو نہیں تو دوں گی تیرے منہ پہ ایک تھپڑ
کہیں پھینک دوں گی باہر، تجھے مار کے دو ہتڑ
اے سؤر کے بچے مت رو، اے حرامزادے سو جا
تیری ضد کہیں اے ظالم نہ مجھے رلا دے سو جا

﴾چاچا رحیم اللہ﴿

''مجھے روکا ہے کیوں؟ کیا بات ہے چا چا رحیم اللہ''
''اری یہ پوچھنا تھا، آج کیسا ہے کریم اللہ''
''کریم اللہ تو کہتا تھا چچا سے مل کے آیا ہوں''
''اَری اَب بیٹھ بھی نا، آ اِدھر ، کیا میں پرایا ہوں''
''چچا جانے دو زیبو تاک میں ہر وقت رہتی ہے
''بہت آتا ہے غصہ تو چچا، کیوں مجھ کو کہتی ہے''
''جو کہنا ہے ذرا جلدی کہو،اب مجھ کو جانا ہے''
''تیرے ہونٹوں پہ ظالم ہر گھڑی کوئی بہانہ ہے''
''اوئی اللہ اتر آئے ہو تم تو ہاتھا پائی پر''
''او ظالم بیٹھ جا بس دو منٹ اس چارپائی پر''
''ارے چھوڑو کلائی توبہ چوڑی ٹوٹ جائے گی''
''میرا منہ میٹھا کرتی جا کلائی چھوٹ جائے گی''
''میں رو دوں گی مجھے چھوڑو چچی کو جا کے پکڑو نا''
''چچی چولہے میں جائے پیاری بلو مجھ سے اکڑو نا''
''ارے میں مر گئی توبہ چچی وہ آ گئی چھوڑو''

''گئی ہرنی میاں اب بیٹھ کر تم اپنا دل جوڑو'
''انہیں راہوں میں بیٹھا روز حقہ گڑ گڑاتا ہوں
سوا اس کے تصور کے میں سب کچھ بھول جاتا ہوں'

﴿میرے تکیوں پر لکھے ہوئے اشعار﴾

یہ آرزو ہے کہ سویا رہوں ہزاروں سال
قیامت آئے تو بیگم مجھے جگا دینا

کھا نہ ہمسائی سے میری چغلیاں جانِ بہار
میں نے آنکھیں بند کر لی ہیں مگر سویا نہیں

تکیئے پہ شب کو پانی چھڑک کر میں سو گیا
وہ سمجھیں ان کے ہجر میں رویا تمام رات

پانچ چھ تکیوں کو پھیلا کر اڑھا دو اک لحاف
بھاگ جاؤ بیویاں سمجھیں گی شوہر گھر میں ہے

کوشش کروں ہزار نہ آئے گی مجھ کو نیند
تکیہ ہے نرم، بیوی کا برتاؤ سخت ہے

خدایا کون یہ تکیے پہ میرے لکھ گیا آکر
ترا ست رنج بالیں ہے تیرا تن بارِ بستر ہے

﴿ہمیں ہماری بیویوں سے بچاؤ﴾

یہ پل پڑتی ہیں ہم پر جب بھی ہم دفتر سے آتے ہیں
ہلاکو خاں سے یا چنگیز خاں سے ان کے ناطے ہیں
نہ اٹھ کے پنکھا جھلتی ہیں، نہ دیتی ہیں ہمیں پانی
پسینہ اپنا ہم ٹھنڈی آہوں سے سکھاتے ہیں
انہیں لازم ہے جب ہم آئیں یہ جھک کر قدم چھولیں
مجازی ہم خدا ہیں پھر بھی ان پر رحم کھاتے ہیں
اڑالیتی ہیں سب نقدی تلاشی جیب کی لے کر
ہم اپنی ہی کمائی ان سے دڑ ڈر کے چھپاتے ہیں
کچھ انکم ٹیکس لے جاتا ہے کچھ بیوی اڑاتی ہے
قسم اللہ کی، شوہر بہت دولت کماتے ہیں
سہیلی ان کی آ جائے تو سمجھو عید ہے ان کی
بگڑ جاتی ہیں جب ہم دوستوں کو گھر بلاتے ہیں
نہیں جاتیں کبھی باورچی خانے میں یہ بھولے سے
کماتا ہے بہت آقا، مزے نوکر اڑاتے ہیں
بہانہ کر کے دردِ سر کا اکثر لیٹ جاتی ہیں
نہ ہو نوکر اگر گھر میں ، تو ہم چائے بناتے ہیں
ہے ان کا کام رونا، پان کھانا یا بگڑ جانا
کریں کیا بادلِ نا خواستہ ان کو مناتے ہیں
خدایا آج کے شوہر ہیں یا معصوم بچے ہیں
ذرا سا گھورے بیوی تو جھٹ یہ سہم جاتے ہیں
یہ جب روتی ہیں ہم اپنے کلیجے تھام لیتے ہیں

سیاہی چوس لے کر ان کے آ نسو ہم سکھاتے ہیں
حجامت روز کر دیتی ہیں یہ غصے کی قینچی سے
غنیمت ہے کہ اپنی شیو تو ہم خود بناتے ہیں
اذاں جب مرغ دیتا ہے سمجھتی ہیں یہ لوری ہے
انہیں مرغے سلاتے ہیں، ہمیں مرغے جگاتے ہیں
چلے جاتے ہیں کھا کر روکھی سوکھی اپنے دفتر کو
بچارے مرد سب رو رو کے اپنے دن بتاتے ہیں
بروزِ حشر جیسے بھی ہیں شوہر بخشے جائیں گے
سدا جو بیویوں کے ظلم سہہ کر مسکراتے ہیں
کبھی آزاد تھے ہم ہائے اس قید غلامی سے
وہ دن کتنے تھے اچھے ہائے وہ دن یاد آتے ہیں

﴿دستکِ نیم شب﴾

کھٹ کھٹاتا ہوں بہت دیر سے دروازہ کھول
اے مری روٹھی ہوئی بیوی ذرا منہ سے بول
رات کو دیر سے آنا میری عادت ہی سہی

میرا ہر عیب چھپانا تیری فطرت ہی سہی
میری راحت کے لئے تھوڑی سی زحمت ہی سہی
حرفِ الفت نہ سہی حرفِ ملامت ہی سہی
شیریں آواز کا کانوں میں میرے رس گھول
کھٹ کھٹاتا ہوں بہت دیر سے دروازہ کھول

شک نہ کر مجھ پہ میری جان سے پیاری ممتاز
پڑھ رہا تھا کسی مسجد میں تہجد کی نماز
ایک ہی صف میں کھڑے تھے وہاں محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ وہاں تھا نہ کوئی بندہ نواز
میرے ہی گھر سے نہ کر ہائے میرا بستر گول
کھٹ کھٹاتا ہوں بہت دیر سے دروازہ کھول

پھول ہر روز تیرے پیار کے توڑے میں نے
کھائے والد سے تیرے عشق میں کوڑے میں نے
مرمریں ہاتھ تیرے پھر بھی نہ چھوڑے میں نے
بحرِ سسرال میں دوڑا دیئے گھوڑے میں نے
اپنے ماضی کی ترازو میں ذرا مجھ کو تول
کھٹ کھٹاتا ہوں بہت دیر سے دروازہ کھول

''عشرتِ بیوی'' ہے شوہر میں فنا ہو جانا
نہ کہ ہر بات میں شوہر سے خفا ہو جانا
یک بیک رحم و مروت کا ہوا ہو جانا
باور آیا ہمیں بیوی کا خدا ہو جانا
پر خدا کو بھی نہیں بندوں پہ اتنا کنٹرول
کھٹ کھٹاتا ہوں بہت دیر سے دروازہ کھول

تجھ کو میری ہی قسم ختم کر اب تو یہ سوانگ

رات کو کھیل نہ غصے کی یہ پیاری پنگ پانگ
اونچی دیوار سے کودا تو سرک جائے گی ٹانگ
مجھ سے پہلی سی محبت میری محبوب نہ مانگ
اور بھی فکر ہیں بیوی کی محبت کے سوا
راحتیں اور بھی ہیں بیوی کی راحت کے سوا
کیسے کر سکتا ہوں دن رات میں مجنوں کا رول
کھٹ کھٹاتا ہوں بہت دیر سے دروازہ کھول

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک
کھٹ کھٹاتا ہی رہوں گا میں سحر ہونے تک
دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک
میں بھی جیتا ہوں محلے کو خبر ہونے تک
آج اتر جائے گا شاید میری عزت کا خول
کھٹ کھٹاتا ہوں بہت دیر سے دروازہ کھول

اچھا جاتا ہوں مجھے دل سے بھلا دینا تم
یاد بھی آؤں تو دو اشک بہا لینا تم
میری تصویر کو سینے سے لگا لینا تم
ختم راشن ہو تو بنیئے سے منگا لینا تم
آج نادم ہوں کہ کیوں تم سے پڑھائے دو بول
اب نہیں تم سے کہوں گا کبھی ''دروازہ کھول''

مثنوی قہرِ عشق

(۱)

ایک لڑکا ''لڑکیاں'' اپنی سدا — گاؤں کے باہر نچایا کرتا تھا
ایک دن سوجھی شرارت یہ اسے — ایک لڑکی سے محبت وہ کرے
چڑھ کے اِک ٹیلے پہ چلّانے لگا — ''عشق آیا عشق آیا دوڑنا!''
گاؤں والے سن کے یہ گھبرا گئے — اس بچارے کی مدد کو آگئے
سب نے شادی اس کی کردی ایک سے — مل گیا وہ ان میں سب سے نیک سے
شہر میں ساتھ اپنے اُس کو لے گیا — گاؤں کو داغِ جدائی دے گیا
وہ تھی موجِ حسن یہ موجِ شباب — چینی کی گڑیا دیا اُس کو خطاب
مست تھے وہ سب دلہن کی چاہ میں — سب کے سب آنکھیں بچھاتے راہ میں
رات دن دولہا نے دی جب دادِ عشق — ایک دن پیدا ہوئی اولادِ عشق

عظمت اللہ خاں رکھا بچے کا نام

ماں کی گودی میں تھا بچہ شاد کام

(۲)

وہ تھا دولہا اور دلہن تھی یہ کنیز — پتلی پتلی شوخ کومل اور دبیز
کچھ زمانہ خوب خوشیوں میں کٹا — ٹانگ ہی ٹوٹی نہ میرا سر پھٹا
آخرش بندی سے وہ اکتا گئے — میرے گردش میں ستارے آ گئے
روز مجھ پر سختیاں ہونے لگیں — سرمگیں آنکھیں میری رونے لگیں
چینی کی گڑیا وہ ڈائن بن گئی — آم کو ڈالی بکائن بن گئی
آج ہنگامہ سا گھر میں ہو گیا — جاگ کر میرا نصیبہ سو گیا

رکھ کے سب شرم وحیا بالائے طاق
آج اس بندی نے لے لی ہے طلاق

(۳)

صبح یہ کتنی عظیم الشان تھی — چھ تھے وہ اور میں اکیلی جان تھی
تڑکے تڑکے جب چھڑا گھر میں فساد — میں بھی بولی دل میں ''ہر چہ بادا باد''
میری نندوں نے مجھے رنڈی کہا — دیوروں نے مجھ کو پگڈنڈی کہا
جیٹھ جب بولے کہ تو کتے کی دم — میں نچا کر ہاتھ بولی ''ہو گے تم''
ساس کے زیرِ زنخداں تھی چھڑی — نرگس آ سا تھی وہ آنگن میں کھڑی
گھور کر اس نے کہا مجھ سے کہ ہائیں — ٹھہر جا لیتی ہوں میں تیری بلائیں
پہلے آ لپٹی وہ آتش کی طرح — بعد میں برسی وہ بارش کی طرح
گالیوں کی ہر طرف ''بو چھاڑ'' تھی — اک ذرا گھونگھٹ کی تھوڑی آڑ تھی
دستِ شفقت مجھ پہ جب پھرنے لگے — ٹپ ٹپ آنسو آنکھ سے گرنے لگے
جب میرے لے لے کے لتے تھک گئی — کولہے مٹکاتی وہ بیٹھک تک گئی

ہانپ کر بولی کہ بیٹا المدد
لے کے ڈنڈا آ گئے عبدالصمد

مجھ پہ وہ ڈنڈا پھرا پھر اس طرح کاغذی لکڑی پہ رندا جس طرح
میری چیخوں کی بجی شہنائیاں کھڑکیوں میں آگئیں ہمسائیاں
سب ''مجاہد'' رن میں کچھ ایسے ڈٹے چوڑیاں ٹوٹیں مرے کپڑے پھٹے
تھام کر بازو گھماتے وہ رہے جسم کی پھرکی پھراتے وہ رہے

میں نگوڑی ہوگئی جب ادھ موئی
فرش پر غش کھا کے اک دم گر پڑی

ہوگئے وہ چارپائی پر دراز گاڑ دی بندی پر چشمِ نیم باز
منہ میں اپنے ٹھونس کر حقّے کی نے کش لگائے چند انہوں نے پے بہ پے
بولے مجھ سے اور بھی کچھ لیجئے؟ میں یہ بولی ''ہاں وہ پرزہ'' دیجئے

جھٹ انہوں نے ہاتھ میں دے دی طلاق
''عظمت اللہ؟'' بولے ''ہاں ہاں وہ بھی عاق''

(۵)

عارضوں پر تھپڑوں کی لالیاں مہر میں لاکھوں ملی ہیں گالیاں
گھر کے دروازے پہ بندی ہے کھڑی اور کٹی چٹیا ہے آنگن میں پڑی
ٹھنڈا پانی پی کے کچھ تھر ماس کا آخری بوسہ لیا ہے ساس کا
ٹانگہ یا ٹم ٹم ابھی منگواؤں گی خیر سے میکے چلی اب جاؤں گی

ساتھ میرے عظمت اللہ خان ہے
لب پہ کل من علیہا فان ہے

﴾ڈرامہ شیریں فرہاد﴿

فرہاد:- مرے دل کی دھڑکن مِری شاہزادی
مری آرزوؤں نے تجھ کو صدا دی
لباس حسیں تیرا یوں جھلملائے
چمک دیکھ اس کی قمر سہم جائے
گلستاں میں بلبل ترے گیت گائے
کلی تیرے لب کا تبسم چرائے
ترے عشق نے آگ مجھ کو لگادی
مری آرزوؤں نے تجھ کو صدا دی

شیریں:- یہ جی چاہتا ہے کہ اب مسکرا کے
پھینک دوں یہ ہیرے یہ موتی اٹھا کے
میں دل میں چراغِ محبت جلا کے
رہوں گی ترے ساتھ کٹیا میں آ کے
اگرچہ ہوں محلوں میں رہنے کی عادی
مری آرزوؤں نے تجھ کو صدا دی

ایکسٹرا سپلائیر:-ریہرسل ہوئی ختم سینہ فگارو
یہ ہیرے ، یہ موتی، یہ کپڑے اتارو
وہی پھر غریبی وہی نامرادی

شیریں:- مرے آگے الفت کا دامن نہ پھیلا
ری یہرسل ہوئی ختم چل میرے چھیلا
پہن گندے موزے اٹھا کوٹ میلا

یہ لے اپنی بیڑی یہ لے اپنا تھیلا
پٹخ دے یہ مخمل پہن لے یہ کھادی
ایکسٹرا سپلائیر: -یہ فی الحال تم دو روپے لے کے جاؤ
رسید اس رقم کی ابھی دے کے جاؤ
بہت چار سو بیس کے تم ہو عادی
شیریں:- چلو دو روپے لے کے اب مسکرائیں
فرہاد:- بہت دن سے بھوکے ہیں راشن منگائیں
شیریں:- جو ٹھنڈے پڑے ہیں وہ چولہے جلائیں
فرہاد:- ''محبت کے یہ گیت'' چولہوں میں جائیں
کہ فاقوں نے بنیادِ الفت ہلا دی

پھر ہم نے لیں
آنکھیں کھول

﴿مانگے کی کتابیں واپسی پر﴾

''کلامِ حالیؔ'' پہ گھی کی تھالی رکھی رہی تھی، معاف کیجئے
پھر اس پہ اِک دن دوات میری اُلٹ گئی تھی، معاف کیجئے

''کلامِ داغ'' آہ کتھے چونے کے پیارے داغوں سے بھر گیا ہے
اوراس میں سے اک حسین غزل میں نے پھاڑ لی تھی، معاف کیجئے

''کلامِ غالبؔ'' پہ غالب آئی تھی میرے بچوں کی بدتمیزی
ورق ورق ہو کے ہر غزل ان میں بٹ گئی تھی، معاف کیجئے

''کلامِ آزادؔ'' جلد سے اپنی آج آزاد ہو گیا ہے
کہ اس پہ نندوں میں چھینا جھپٹی سی ہوگئی تھی، معاف کیجئے

''کلامِ آتشؔ'' باورچی خانے میں لے گئی تھی میری پڑوسن

سرِ ورق پر حساب بنیے کا لکھ گئی تھی، معاف کیجیے

''فسانۂ میرؔ'' پر ذرا کھیر گر گئی تھی، نہ آہیں بھریئے
وہ کھیر جھٹ میں نے اپنے دامن سے پونچھ دی تھی، معاف کیجیے

''انیسؔ کے مرثیوں'' پہ آنسو میرے گرے تو ورق پسیجے
لگا کے آنکھوں سے ان کو شاید میں رو پڑی تھی، معاف کیجیے
وہ بالِ جبریل کھو گئی لے گئے ہیں شاید اسے فرشتے
سنبھال کے ورنہ طاقِ نسیاں میں یہ رکھی تھی، معاف کیجیے

''کلامِ اکبرؔ'' کو میرے اصغر نے چار آنے میں بیچ ڈالا
زیادہ پیسے نہیں ملے، چونکہ پھٹ گئی تھی، معاف کیجیے

وہ ''شعلہ وشبنم'' ایک مزدور مجھ سے یہ کہہ کے لے گیا تھا
کہ جوشؔ نے یہ کتاب میرے لئے لکھی تھی، معاف کیجیے

''بہارِ اخترؔ'' کو میرا اختر نہ پھینک آیا ہو وادیوں میں
کتاب یہ اس نے ننھی سلمیٰ سے چھین لی تھی، معاف کیجیے

وہ ''نقشِ فریادی'' رُوس چل دی کہ رُوس اس کو پسند آیا
ہمارے گھر میں بہت ترقی نہ کر سکی تھی، معاف کیجیے

''کتابِ راشدؔ'' تو قافیوں کی تلاش میں آج گھر سے چل دی
میں کیا کہوں یہ بہت ہی آزاد ہو گئی تھی، معاف کیجیے

''کلامِ چرکیں'' پہ ایک دھبہ نہیں لگایا ہے دیکھ لیجئے
کتاب یہ آج ہم نے کر کے وضو پڑھی تھی ، معاف کیجئے

بہت حفاظت سے لائی ہوں یہ کتابیں اپنی سنبھال لیجئے
میں پڑھ چکی ''نظم'' نثر المایوں سے مجھ کو نکال دیجئے

﴿دوحرام زادے﴾

پہلاشرابی: زمانہ گردش میں جھومتا ہے نشے نگاہوں کو آ رہے ہیں
وہ ہاتھ زندہ رہیں خدایا جو مجھ کو وہسکی پلا رہے ہیں

دوسراشرابی: جناب کیا آپ ہوش میں ہیں؟ اگر ہے ایسا تو اور لیجے
شراب خانے میں آئے ہیں تو خودی کو غرقِ شراب کیجے

پہلاشرابی: نشہ بہت ہو گیا ہے صاحب نہ اور دیجے شراب مجھ کو
کہ اک بڑا سانپ لگ رہا ہے یہ لمبا لمبا کباب مجھ کو

دوسراشرابی: کباب تو بہترین ملتے ہیں شام کو میرے گھر کے آگے
اور اتنے خستہ کہ ٹوٹ جائیں اگر نہ لپٹے ہوں ان پہ دھاگے

پہلاشرابی: پتہ جناب اِپنے گھر کا اِس خاکسار کو بھی بتایئے گا

دوسراشرابی: یہ کارڈ میرا ہے بھائی صاحب ضرور تشریف لایئے گا

پہلاشرابی: اٹھارہ نمبر؟ نظام منزل؟ یہ میرے گھر کا پتہ ہے صاحب

دوسراشرابی: منگا دوں ٹیکسی؟ بہت نشہ آپ کو اگر ہو گیا ہے صاحب

پہلاشرابی: نشے میں کوئی بھی اپنے گھر کا پتہ نہیں بھولتا ہے مسٹر

دوسراشرابی: بہت سی پی لے تو ماں بہن تک کو بالیقیں بھولتا ہے مسٹر

پہلاشرابی: میرے مکرم، یقیں تو کر لو، بہک گئے ہو نشے میں گم ہو

دوسرا شرابی: تو گویا طلعت کے نام پر جو مکاں ہے اس کے مکین تم ہو

پہلا شرابی: قسم خدا کی اُٹھارہ نمبر ،نظام منزل، مِرا مکاں ہے

دوسرا شرابی: کرایہ دیتی ہے اس کا طلعت تو کہہ رہا ہے ترا مکاں ہے

پہلا شرابی: نشے میں کہتا ہوں صاف تجھ سے بہت ہے طلعت کو پیار مجھ سے

دوسرا شرابی: زبان کو دے لگام ورنہ تو آج کھائے گا مار مجھ سے

پہلا شرابی: جو ہاتھ مجھ پر کبھی اٹھایا طلاق لے لے گی تجھ سے طلعت

دوسرا شرابی: وہ تجھ کو سینڈل سے پیٹ دے گی کہ عشق کرتی ہے مجھ سے طلعت

پہلا شرابی: اگر تجھی سے وہ عشق کرتی گلے لگاتی نہ وہ مجھے بھی

دوسرا شرابی: ابھی جہنم میں بھیجتا ہوں تیرے نشے کو بھی اور تجھے بھی

پہلا شرابی: گلا پکڑ مت! ہٹا لے اپنے یہ ہاتھ گندے، یہ کالے کالے

دوسرا شرابی: تباہ کر دوں گا ، مار ڈالوں گا میں نہ چھوڑوں گا تجھ کو سالے

پہلا شرابی: اٹھارہ نمبر ، نظام منزل میں بولو بیٹا کبھی گھسے گا؟

دوسرا شرابی: تمہاری ماں کو گلے لگانے تمہارا باپ ابھی گھسے گا

پہلا شرابی: کمینے کتے (پھٹے گریباں) رذیل پاجی (پھٹی وہ ٹائی)

دوسرا شرابی: سؤر کے بچے (گلاس ٹوٹے) حرام زادے (گری تپائی)

شڑاپ تھپڑ، کھٹاک گھونسے دھڑم دھڑم دھاپ چل رہے ہیں

گلے پھلا کے، دُمیں اٹھا کے یہ دونوں مرغے اچھل رہے ہیں

تیسرا شرابی: حسیں ہے موسم سماں ہے رنگیں، لڑو نہیں بھائی باز آؤ

اَرے اَو بیرا یہ کیا ہے گڑ بڑ؟ یہ مر نہ جائیں اِنہیں چھڑاؤ

بیرا: جناب یہ دونوں باپ بیٹے ہیں بھول جاتے ہیں روز پی کے

یہ دونوں رہتے ہیں ایک ہی گھر میں غل مچاتے ہیں روز پی کے

تیسرا شرابی: اَجی وہ طلعت کا کیا ہے قصہ جو بن گئی زیبِ داستاں ہے

بیرا: **اَجی وہ ہے ایک نیک عورت جو ''اس'' کی بیوی اور ''اس'' کی ماں ہے**

﴿بورڈ آف انٹرویو﴾

کتا کیوں اَپنی دم ہلاتا ہے؟
کتنے میں ایک بندر آتا ہے؟
آسماں پر ستارے کتنے ہیں؟
شہر میں غم کے مارے کرنے ہیں؟
آج کیا بھاؤ ہے بتاشے کا؟
کیٹس کا وزن کتنے ماشے تھا؟
لانگ فیلو کی کتنی ٹانگیں تھیں؟
صبح مرغے نے کتنی بانگیں دیں؟
اردو ناول میں کیا جھکاؤ ہے؟
کیوں نئی شاعری میں تاؤ ہے؟
شاعری کے ہیں کتنے امکانات؟
اس پہ قلیوں کے کیا ہیں احسانات؟
ذوقؔ کتنے روپے کماتا تھا؟
اپنی بیوی سے کیوں چھپاتا تھا؟
مرزا غالبؔ کے کتنے بچے تھے؟
کتنے جھوٹے تھے، کتنے سچے تھے؟
آکے محمود سترہ حملوں میں؟
کون شے لے گیا تھا گملوں میں؟
کچھ کہو آلوؤں کے بارے میں
کچھ کہو بھالوؤں کے بارے میں
کیوں ہمیں دیکھ کر ہو تم گم سم؟
الوؤں سے کبھی ملے ہو تم

﴿مریدانِ باصفا﴾

(۱)

یہاں سے پیر صاحب اَب نہ جانا
خدارا یہ ستم ہم پر نہ ڈھانا
مسلماں تم ہو ہم بے دین کافر
تمہی اَوّل ہمارے تم ہی آخر

بہت ہی دُور ہیں اِسلام سے ہم
نہیں مایوس اَبھی اِس نام سے ہم
سمجھ لو کافروں کی ہے یہ بستی
یہاں تم سی نہیں ہے کوئی ہستی

تلاش پیر میں غمگین تھے ہم
بہت ملحد بہت بے دین تھے ہم
بہت سے راستے تم نے دکھائے
بہت پتھر تھے رستے سے ہٹائے

یہاں اب اک بڑی مسجد بنانا
نمازیں رات دن ہم کو پڑھانا
نہ جانا بھاگ ہم سے تنگ آ کے
تمہیں پالیں گے ہم دُنبے کھلا کے

پلائیں گے تمہیں ہر صبح بادام!
کھلائیں گے تمہیں اخروٹ ہر شام
تمہیں ہم دیں گے لمبے لمبے چاقو
پلائیں گے تمہیں کڑوا تمباکو

چرس کے دم تمہیں لگوائیں گے ہم
کبھی تم سے نہیں اکتائیں گے ہم

نہیں اب بیوی بچوں کو کرو یاد
سبھی فکروں سے اب ہو جاؤ آزاد
کہو تو آج بیڑا پار کر دیں
تمہاری شادیاں ہم چار کر دیں
بہت ہو تم اگر بچوں کے شیدا
یہاں بھی تو وہ ہو سکتے ہیں پیدا

(۲)

بہت عرصے سے تم گھبرا رہے تھے
وطن کو چوری چوری جا رہے تھے
پکڑ کر مار ڈالا آج ہم نے
شہادت کا پہنایا تاج ہم نے
کیے ہم نے تمہارے پانچ ٹکڑے
تمہارے کر دیئے سب دُور دُکھڑے
ابھی تم کو کفن پہنائیں گے ہم
بہت روئیں گے جب دفنائیں گے ہم
دلوں میں ہوک لب پہ آہ ہو گی
تمہاری اک حسیں درگاہ ہو گی
سرہانے اک دیا جلتا رہے گا
درود اور فاتحہ چلتا رہے گا
کریں گے ہم تمہارا عرس ہر سال
مریدوں کو وہاں پر آئے گا حال
سب آئیں گے تمہاری لے کے یادیں
ملیں گی تم سے ہم کو سب مرادیں
یہ چہرہ اور یہ ریشِ پُر انوار

دکھائی دے رہے ہیں آخری بار
چلو اب پیر کو گودی میں لے لو
لحد کی گود میں اس کی دھکیلو

کسی کا خاک میں ملنا جوانی دیکھتے جاؤ!
بہا کے اشک اس کی لاش فانی دیکھتے جاؤ
بہت یہ وعظ کرتا تھا مگر یہ اب نہ بولے گا
کفن سرکاؤ اس کا بے زبانی دیکھتے جاؤ
مآلِ سوزِ غم ہائے نہانی گر نہ دیکھا ہو
مآلِ سوزِ غم ہائے نہانی دیکھتے جاؤ

﴿سؤروں کی بغاوت﴾

(۱)

جاؤ یہ اعلان کر دو آج باجے بینڈ سے
اپنے بستر گول ہم کر لیں گے کل انگلینڈ سے

بچہ بچہ ، بوڑھا بوڑھا دشمنِ جاں ہے یہاں

ہم وہاں آباد ہیں ہر سمت ہیں موذی جہاں

پالتے ہیں موٹا کرتے ہیں، بہت کرتے ہیں پیار
پھیرتے ہیں دستِ شفقت ہم پر آ کر بار بار

بوسے لیتے ہیں ہمیں صابن سے نہلاتے ہیں یہ
بعد میں اک دن پکا کر ہم کو کھا جاتے ہیں یہ

ہم نے صدیوں ہی سہی ہیں سختیاں انگریز کی
ٹکڑے ٹکڑے ہو کے ہم زینت بنے ہر میز کی

کانٹوں اور چھریوں سے ہم کو منہ میں لے جاتے رہے
ہم کو کھا کھا کر یہ اپنا راج پھیلاتے رہے

کریم بن کر ان کی ہر عورت کے گالوں میں ہیں ہم
بُرش بن بن کے پھرے ہر مرد کے بالوں میں ہم

اپنی دم کے بال لے کے شیو یہ کرتے رہے
اپنی دم تک سے بھی مس بی ہیو یہ کرتے رہے

برش دانتوں کا بنا کر منہ میں لے جاتے ہیں یہ
اور جانے اب کہاں تک ہم کو پہنچاتے ہیں یہ

اس قدر ان کی طبیعت ہم پہ مائل ہو گئی

اپنی چربی ان کی چربی تک میں شامل ہو گئی

چھپ کے ہر اک چیز میں چپکے سے گھس جاتے ہیں ہم
ان کے ہر ''شعبے'' میں ہر ''مد'' میں نظر آتے ہیں ہم

اک طرف دشمن خدا ہے اک طرف انگریز ہے
ہم سے دونوں کا رویہ اشتعال انگیز ہے

ایک پل مت سوئیو اب ایک پل مت لیٹیو
باندھ لو رختِ سفر اے ماؤ، بہنو، بیٹیو!

آؤ ہم اس دیس کو چل دیں مسلماں ہو جہاں
آؤ اب اس قوم کے جا کر بنیں ہم میہماں

رہیے واں جا کر جہاں میلوں تک عیسائی نہ ہو
جان دینے کی مصیبت قوم پر آئی نہ ہو

(۲)

دو برس سے جنگلوں میں پھر رہے ہیں ہم اداس
کیا کریں کوئی پھٹکتا تک نہیں ہے اپنے پاس

دور سے آتی ہے کانوں میں صدائے ''آخ تھو''
خوب روتے ہیں کلیجہ تھام کر ''میں اور تو''

ملک اپنا چھوڑنے کا آج یہ ریزلٹ ہے

ہر طرف ذلت ہے اپنی ہر طرف انسلٹ ہے

اس قدر توہین اپنی قوم کی ہوگی کہاں
ہم یہ سنتے ہیں" سؤر کا بچہ" گالی ہے یہاں

وہ جو میخانوں میں چھپ چھپ کر چڑھاتے ہیں شراب
مے تو پی لیتے ہیں وہ کھاتے نہیں اپنے کباب

ہم غریبوں کو بھی وہ تھوڑا سا چکھ کر دیکھتے
ایک ٹکڑہ ہیم کا منہ میں تو رکھ رک دیکھتے

گر شرابی لوگ کھا لیتے کبھی اپنے کباب
ہے یقیں ہم کو وہ نالی میں بہا دیتے شراب

اے خدا آخر بتا کس کام کے ہیں ہم غریب
سامنے ہیں ہم مگر کھاتے نہیں یہ بد نصیب

رحم کھاؤ ہم پہ بابا ہم نہیں اتنے برے
یہ سرِ تسلیم خم ہے آؤ لے لے کر چھرے

یہ نہیں آئیں گے کہ دو آج باجے بینڈ سے
ہم بہت پچھتا رہے ہیں آئے کیوں انگلینڈ سے

اس سے تو اچھا ہے ہم سب موت عزت کی مریں

چھوڑ دیں یہ ملک اور انگلینڈ ہم واپس چلیں

ایک پل مت سوئیو ، اب ایک پل مت لیٹیو
باندھ لو رختِ سفر اے ماؤ، بہنو، بیٹیو

جب وہاں جائیں گے ہم کو ہار پہنائیں گے وہ
کاٹ ہی دیں گے تو ہم کو پیار سے کھائیں گے وہ

رہیے کیوں اس جا جہاں میلوں تک عیسائی نہ ہو
بن کے دلہن گھر میں کوئی میم تک آئی نہ ہو

﴿مثنوی تاج دین معراج دین﴾

(۱)

میں لکھنے سے پہلے یہ کرتا ہوں طے
یہ انیس سو تیس کا ذکر ہے
یہاں سے میں پہنچا ہوں لاہور میں
سمجھ لیجئے انگریز کے دور میں
میں ہوں اور پنجاب کے زندہ دل
وہ رخشندہ چہرے وہ تابندہ دل
وہ گھر سے نکل آیا بازار میں
سمجھ لیجیے کوٹ اور شلوار میں
کروں اور نظاروں کو اب میں بیاں

جو اس دور میں میں نے دیکھے وہاں

(۲)

خوشی ہی خوشی ہے جدھر دیکھئے
ذرا مسکرا کر ادھر دیکھئے

وہ سڑکوں پہ ''پنجابی منڈے'' چلے
کسی نے کہا دیکھو غنڈے چلے

جھکی ایسی پگڑی ہے اک آنکھ پر
پڑے گر کسی پر تو ترچھی نظر

یہ تہبند پر بوسکی کی قمیض
جو دیکھے تو غش کھائے دل کا مریض

یہ دیں اس طرح اپنی مونچھوں پہ تاؤ
کہ رستم بھی الجھے تو بولیں کہ ''آؤ''

اکڑ کے چلے کیوں نہ ہر نوجواں
ہے قینچی کا سگریٹ بنوکِ زباں

بڑے فخر سے کش لگاتے چلے
دھوئیں پر دھواں یہ اڑاتے چلے

ادا کہ رہی ہے کہ ہم شیر ہیں
ہر اک سامنے اپنے بکری کی مَیں

طبیعت کے فطرت کے رنگین ہیں
یہ ''کاچو'' چلانے کے شوقین ہیں

نہیں کوئی غم خوش رہیں یہ مدام
فساد اور دنگے کریں صبح شام

جسے چاہیں رستے میں کندھا ٹکائیں
وہ ''چوں'' بھی کرے تو اُلجھ اس سے جائیں

کہیں کیوں بے گالی کسے تو نے دی؟
نکالوں ابھی تیری ''فوں اور فی؟''
یہ منٹوں میں بس دُھن کے رکھ دیں اُسے
ہزاروں میں یہ چُن کے رکھ دیں اُسے
یہ سمجھو نہیں پھر بچارے کی خیر
قیامت تلک اس سے رکھیں گے بیر
ہیں مشہور ان کے لب ''خوش کلام''
کریں لوگ ڈر ڈر کے ان کو سلام
ادب سے کہے جو انہیں ''پہلوان''
رہے عزت اس کی بچے اس کی جان
یہ بھر پور سینہ یہ اٹھتا شباب
کہیں کھائیں گے جا کے نان اور کباب
کہا گر کسی نے کہ ''کچھ کھایئے''
کہا ''خیر بہتر ہے منگوایئے''
نہیں چومتے ان کے لب جام کو
کہ پیتے ہیں فالودہ یہ شام کو
کھدے بازوؤں پر ہیں یاروں کے نام
ہر اک ان میں ہے عاشقی کا امام
بہت اونچا عورت کا سمجھیں مقام
یہ کرتے ہیں اس صنف کا احترام
یہ ہیں تاج و معراج و مہتاب علی
اکھاڑوں میں ان کی جوانی پلی
پیا ان کے جسموں نے سرسوں کا تیل
چڑھی ان کے قد پر جوانی کی بیل

بنے جسم فولاد ڈنٹر پیل کر
گزاریں یہ ہر شام ہنس کھیل کر
نہ دل میں یہ لائیں غمِ خوب و زشت
یہ دنیا ہی ان کے لئے ہے بہشت
بظاہر تو برطانیہ کا ہے راج
مگر اصل میں ان کے سر پر ہے تاج

اشنان

پیپل کے اک پیڑ کے نیچے منگا میلے کپڑے رکھ کے
اپنی ناک چھنکتا آیا اور پھر گنگا جل میں نہایا
گندے منہ سے اگل کے منتر کرنے لگا وہ جسم پوتر
پاپ اپنے جب دھو گیا منگا بھر کر آہ یہ بولی گنگا
یہ کیا کر دیا تو نے آ کر؟
اب میں کہاں نہاؤں جا کر؟

کلاہ پوش

ویران تھا صحرا خاموش تھا دریا
دریا کے کنارے سردی سے ٹھٹھرتا
اک اوڑھ کے چپ چاپ تھا
ٹوپی بیٹھا

کرسی کی لئے ٹیک
کالا سا پہاڑ ایک

﴿بہت بڑا آنسو﴾

کس کی آنکھوں سے گرا ہے؟
یہ سمندر!____یہ بڑا سا آنسو!

﴿آسماں کا بلبلہ﴾

اس پر بہت ہنستا ہوں میں
میرے خدا سن تو ذرا
یہ آسماں کا بلبلہ
کیوں تو نے ہم پر رکھ دیا ؟

﴿ایک چہلم﴾

(۱)

جمیلہ اب اٹھو نہ آنسو بہاؤ
نہیں وقت رونے کا دریاں بچھاؤ

یہ دنیا ہے فانی، گیا جانے والا
وہ رونے سے واپس نہیں آنے والا

نہ بیکار اب تم دھائی مچاؤ
اٹھو سارے گھر میں صفائی کراؤ

تو کر صاف کمروں کے جالے ذکیہ
تو چھت سے بڑا بانس اٹھا لا رضیہ

چھپا کے کہیں رکھ دے میلی رضائی
بنائے گی باتیں شفاعت کی تائی

کریں صاف مل جل کے آنگن کو آؤ
خدا کے لئے ناک گھر کی بچاؤ

ذکیہ کی ماں تیج پتر منگایا
کرم دین کو دے کے سائیکل بھگایا

مچائی ہے باورچیوں نے دہائی
نہیں گوشت لایا مجیدو قصائی

ورق یہ ہیں نقلی یہ چاول ہیں گھٹیا
انہیں جلد واپس کر اُلو کی پٹھیا

معزز معزز جو آئیں گے مہماں
بہت ناک اور بھوں چڑھائیں گے اماں

خدا کے لئے جلد حقے منگاؤ
میاں بھاگ کے چائے لپٹن کی لاؤ

جو مرد آ کے اظہار ماتم کریں گے
وہ بیٹھک میں روئیں گے چائے پئیں گے

وہ حقے ابھی گڑگڑائیں گے آ کر
وہ آہیں فلک پر اڑائیں گے آ کر

سنائیں گے ''مرحوم'' کے وہ فسانے
کہ لب بولنے کو دیئے ہیں خدا نے

(۲)

دُلہن نے اُتارا نہ تھا سرخ جوڑا کہ دُولہا نے دُنیائے فانی کو چھوڑا

بہت خوبصورت بہت نیک تھا وہ　　ہزاروں جوانوں میں بس ایک تھا وہ

نماز اِک بھی ہرگز نہ اُس نے قضا کی　　شب و روز کرتا عبادت خدا کی
جدھر دیکھتے ہیں اُدھر غم ہی غم ہے　　کریں اِس کا جتنا بھی ماتم وہ کم ہے

وہ کس پیار سے مجھ کو کہتا تھا خالہ　　بہت تھا وہ سیدھا بہت بھولا بھالا
جدائی میں اس کی ہوا دل دیوانا　　کہ لگتا ہے اچھا نہ پینا نہ کھانا

ہمارے محلے میں وہ جب بھی آ تا　　خدا کی قسم ہم سے وہ مل کے جاتا
جگر کا وہ ٹکڑا تھا آنکھوں کا تارا　　ہمیں اپنی اولاد سے بھی تھا پیارا

نہ رو رو کے بے حال ہوا ے دلہن تو　　نہ کر اس قدر آہ رنج و محن تو
وہ جنت میں خوشیاں منائے گا مت رو　　وہ حوروں میں اب دل لگائے گا مت رو

جمیلہ خدا کی قسم مسکرا دے　　تری بے قراری نہ ہم کو رلا دے
وہ آخر ہمیں بھی تو تھا جاں سے پیارا　　مگر دے لیا ہم نے دل کو سہارا

نہ کر بین اتنے، نہ رو اتنا پیاری
ہمارے کلیجے پہ چلتی ہے آری

(۳)

رضیہ ذرا گرم چاول تو لانا　　ذکیہ ذرا ٹھنڈا پانی پلانا
بہت خوبصورت بہت نیک تھا وہ　　ہزاروں جوانوں میں بس ایک تھا وہ

جمیلہ مجھے روغنی نان دینا　　وہ فرنی اٹھانا وہ پکوان دینا
جدائی میں اس کی ہوا دل دوانا　　کہ لگتا ہے اچھا نہ پینا نہ کھانا

منگانا پلاؤ ذرا اور خالہ　　بڑھانا ذرا قورمے کا پیالہ
جدھر دیکھتے ہیں ادھر غم ہی غم ہے　　کریں اس کا جتنا بھی ماتم وہ کم ہے

یہ ننھی کے زردے میں کشمش ہے تھوڑی　　بہت دیر سے مانگتی ہے نگوڑی
وہ ٹکڑا جگر کا تھا آنکھوں کا تارا　　ہمیں اپنی اولاد سے بھی تھا پیارا
پڑا ہے پلاؤ میں گھی ڈالڈا کا　　خدا تو ہی حافظ ہے میرے گلے کا
دلہن سے کہو آہ اتنا نہ روئے　　بیچاری نہ بیکار میں جان کھوئے

اری بوٹیاں تین سالن میں تیرے　　یہ چھچھڑا لکھا تھا مقدر میں میرے
بہت خوبصورت بہت نیک تھا وہ　　ہزاروں جوانوں میں بس ایک تھا وہ

دلہن گھر میں چورن اگر ہے تو لانا　　نہیں تو ذرا کھاری بوتل منگا نا
بہت ہی مزیدار تھا تیرا کھانا　　بڑھا کر ذرا ہاتھ مجھ کو اٹھانا
نہ کر بین اتنے، نہ رو اتنا پیاری
ہمارے کلیجے پہ چلتی ہے آری

﴿پارٹیشن﴾

لہنا سنگھا کلمہ پڑھ
لاالہ______ آگے بڑھ
آگے آپ بتا دیجے
میری جان بچا دیجے
آگے مجھے اگر آتا

تم سے میں کیوں پڑھواتا
سوچ نہ اب بیکار رحیم
مار اس کو تلوار رحیم
دور ہوں اس کے سب دکھڑے
کر دے اس کے دو ٹکڑے

جنت میں بے چین رہے تھے دوزخ میں آرام کیا

﴿پیر اور مرید﴾

کھٹ کھٹ کھٹ!

در پہ کھڑا ہے کب سے آپ کا دیوانہ
جنت کا دروازہ کھولئے مولانا
چاند ہے آدھی رات حسیں ہے
دیکھنے والا کوئی نہیں ہے
لایا ہے اک ''چیز'' مرید مستانہ
جنت کا دروازہ کھولئے مولانا
شیطانی کے داؤ چلا کے
لایا ہوں اک حور بھگا کے
رکھ لیجے آغوش میں میرا نذرانہ
جنت کا دروازہ کھولئے مولانا
توبہ کتنی دیر لگائی
ہاں ہاں میں شیطان ہوں بھائی
آپ کی شمعِ رخ کا پرانا پروانہ
جنت کا دروازہ کھولئے مولانا
چل دوں گا میں پیَر دَبا کے
آپ کو میٹھی نیند سلا کے
چھلک نہ جائے میرے صبر کا پیمانہ
جنت کا دروازہ کھولئے مولانا

اجی پہلے آپ

''اجی رکھئے جنت کے در میں قدم''
''اجی پہلے آپ!''
اجی واہ پہلے نہ جائیں گے ہم

بھئی پہلے آپ

''اجی بات اس میں تکلف کی کیا
قدومِ مبارک بڑھائیں ذرا
اجی چلئے، رک جائے گی سب جگہ''

اجی پہلے آپ

بھئی پہلے آپ

اجی بڑھ بھی چکیئے خدا کے لئے
سبھی اب تو جنت میں ہیں جا چکے
تکلف کو اب بر طرف کیجئے
نہ اب مجھ سے کہئے خدا کے لئے

اجی پہلے آپ

عنایت ہے، شفقت ہے یہ آپ کی
مگر مجھ سے یہ تو نہ ہو گا کبھی
تکلف کی اللہ حد ہے کوئی
یہیں پر کھڑے ہو گئی اک صدی
بس اب پہلے آپ!

اجی پہلے آپ

ارے ہو گیا بند جنت کا در
خدایا بتا جائیں اب ہم کدھر
نہیں واپسی کے سوا کچھ مفر
چلو بھائی واپس چلیں اب مگر

ذرا پہلے آپ!

اجی پہلے آپ!

اونگھ

جنت کے پیارے جنگل میں ٹھنڈی ہوائیں جھوم رہی تھیں
رنگ برنگ چُنریاں پہنے حوریں ہر سو گھوم رہی تھیں

نیلی دھوپ میں استادہ تھے جنت کی مسجد کے منارے
گنبد پر پرواز کناں تھے ننھے ننھے پنچھی پیارے

چورن کے اک پیڑ کے نیچے دودھ کی جھیل کے پاس اک مُلا
حلوے کے اک ڈھیر کے اوپر سر کو جھکائے اونگھ رہا تھا

﴿میں اور شیطان دیکھ رہے تھے﴾

جنت کی دیوار پہ چڑھ کر میں اور شیطاں دیکھ رہے تھے
جو نہ کبھی ہم نے دیکھا تھا ہو کر حیراں دیکھ رہے تھے

وادیٔ جنت کے باغوں میں اف توبہ اک حشر بپا تھا
شیطاں کے ہونٹوں پہ ہنسی تھی میرا کلیجہ کانپ رہا تھا

میں نہ کبھی بھولوں گا توبہ میں نے دیکھا جو نظارہ
''لعنت لعنت!''بول رہا تھا جنت کا ہر منظر پیارا

موٹی موٹی توندوں والے بد صورت بد ہیئت ملا
خوف زدہ حوروں کے پیچھے بھاگ رہے تھے کہ کے''ہاہا''

بچ کے کہاں جاؤ گی ؟ کہ کے وہ دیوانے ناچتے گاتے
چار طرف سے گھیر کے ان کو ہنستے، کُدکتے شور مچاتے

ڈر کے چیخیں مار رہی تھیں حوریں ریشمی ساڑھیوں والی
ان کے دل دھک دھک کرتے تھے دیکھ کے شکلیں داڑھیوں والی

میں اور شیطاں لب بہ دعا تھے ''اے اللہ بچانا ان کو
اپنے رحمت کے پردے میں اے معبود! چھپانا ان کو''

جہنم کے غنڈے

فرشتوں نے جب مجھ کو دوزخ میں پھینکا
ڈسا مجھ کو اک سانپ نے پہلے آ کے
پھر اک کالے بچھو نے ''چٹکی'' مری لی
پھر اک بھڑ نے کاٹا مجھے مسکرا کے
جہنم کے بہکے ہوئے باسیوں نے
مجھے دیکھ کر قہقہے خوب مارے
چڑیلوں کے دادا یہ بھتنوں کے نانا

لگے کہنے کیسی طبیعت ہے پیارے؟
بھویں تن گئیں میری غصے کے مارے
کیا میری فطرت نے مجھ کو اشارہ
جہنم کے ایک ایک باسی کو میں نے
وہیں پر پچھاڑا، وہیں خوب مارا
اٹھائی وہاں میں نے ایسی قیامت
جہنم کے باسی جہنم سے بھاگے
میں لوہے کا لٹھ لے کے تھا پیچھے پیچھے
وہ اکھڑے قدم لے کے تھے آگے آگے
گئیں ٹوٹ ان نامرادوں کی کمریں
بہت ان کی آنکھوں نے آنسو بہائے
ہر اک کہہ رہا تھا بچاؤ بچاؤ
ارے مر گئے مر گئے ہائے ہائے
جہنم کے لوگوں کی دیکھی یہ حالت
تو شانِ کریمی کو رحم ان پہ آیا
نکالو نکالو ''اسے'' جلد باہر
یہ کہہ کر جہنم سے مجھ کو بھگایا
چلو یار منٹو چلو یار کرشن
یہ کہہ کر وہاں سے ہوا میں روانہ
ہمیں دور سے کر رہا تھا اشارے
سر شام جنت کا موسم سہانا

﴿جب شام جنت میں ہوتی ہے﴾

جب شام جنت میں ہوتی ہے
باغوں میں ہر سو گھوم کر
حوریں میرے گھر آ گئیں
چوما ہر اِک کا میں نے منہ
چمکار کر پچکار کر
میں نے انہیں بٹھلا لیا
پر جب گنا میں نے انہیں
جو سب سے پیاری ان میں تھی
تھی وہ ہی گم
رہتا تھا گھر کے پاس ہی
کافر ادا اک مولوی
میں نے گرج کر یہ کہا
اس سے کہ "او ملعون ادھر
آ تو ذرا

سچ سچ بتا کیا بات ہے؟
ورنہ دبوچوں گا ترا موٹا گلا‘‘

﴿جنت میں حسینوں کی بھوک ہڑتال﴾

(۱)

داروغہ جنت:-

اے بہت سی خوبصورت عورتو
اس طرح جنت میں آہیں مت بھرو

مہ لقاؤ گر نہ کچھ کھاؤ گی تم
ایک دن جنت میں مر جاؤ گی تم

کس کی یاد آتی ہے تم روتی ہو کیوں
رات کو کانٹوں پہ تم سوتی ہو کیوں

آنسوؤں سے تر ہوئے کتنے رومال
یاس سے کملا گئے ہیں سرخ گال

جو تمہیں تکلیف ہے مجھ سے کہو
وادیٔ جنت میں بھوکی مت رہو

صف بہ صف دیکھو یہ ربڑی کے پہاڑ
ان کو کھاؤ لے کے تم گھونگٹ کی آڑ

جگمگائیں ان پہ چاندی کے ورق
ہم نے چھڑکے ان پہ پھولوں کے عرق

دودھ کی جھیلوں پہ بالائی بھی ہے
کھوئے کی بطخوں پہ رعنائی بھی ہے

سیر کر لو لے کے اک مصری کی ناؤ
میٹھی میٹھی ہے ہوا جنت کی کھاؤ

جوہڑوں میں موتیوں کی کھیر ہے
خوابِ ہستی کی یہی تعبیر ہے

ہر طرف شربت کے فواروں کا شور
ناچتے ہیں ہر طرف برفی کے مور

رس گلے سڑکوں پہ ہیں بکھرے ہوئے
جیسے تارے عرش پر نکھرے ہوئے

اے حسیں پریو انہیں چن چن کے کھاؤ
ان پہ یہ نمکین آنسو مت گراؤ

دیکھو یہ گاجر کے حلوے کے محل
واہ ری بزمِ خدائے عز و جل

توڑ کر اک ’’ اِینٹ‘‘، چکھو تو سہی
پیٹ میں اک اِینٹ رکھو تو سہی

یہ نہیں پربت یہ ہیں سوہن کے کیک
کھاؤ ان کو کرسیوں کی لے کے ٹیک

یہ شکر کی ہے سڑک کھا جایئے　　میٹھے کنکر نوشِ جاں فر مایئے
آرہے ہیں وہ جو شترِ بے مہار　　لارہے ہیں یہ مربے بے شمار
پیڑ جنگل کے ثمر بر دوش ہیں　　مت ڈرو میدے کے یہ خرگوش ہیں
آم یہ لنگڑے ہیں پر لنگڑے نہیں　　طوطوں سے پوچھو نہ گر آئے یقیں
توڑ لو پیڑوں سے یہ خوبانیاں　　مت کرو بے کار آنا کانیاں
ننھے پنچھی سب تمہارے ہیں غلام　　چاہو تو ان کو پکارو لے کے نام
اپنے اپنے آشیانے چھوڑ کے　　لائیں گے جنت کے پھل یہ توڑ کے
سب کے سب پھل تم کو یہ کردیں گے پیش　　مطلقاً ان کو نہیں کچھ فکرِ خویش
اپنی چونچوں سے کھلائیں گے تمہیں　　رو رہی ہو تم ہنسائیں گے تمہیں

گر حسینوں کو نہیں میٹھا پسند
میں ابھی حاضر کروں پکوان چند؟

(۲)

یہ حبش کے نان یہ شامی کباب　　ہو سکے تو کھایئے عالی جناب
شوربا ہد ہد کا تھوڑا لیجئے　　کچھ پلاؤ ہی تناول کیجئے
کوفتے بگلے کے یہ چکھئے ذرا　　اِک اٹھا کر منہ میں تو رکھئے ذرا
ہنس کے یہ گھونگھٹ ذرا سرکایئے　　”نہرِ اُلفت“ کی یہ مچھلی کھایئے
یہ شترمرغوں کے اَنڈے ہیں حضور　　قاب میں رکھا ہے مرغِ کوہ طور
ضد نہیں کیجے اَجی باز آیئے　　مور کا تھوڑا متنجن کھایئے
ننھی چڑیوں کے سری پائے ہیں یہ　　خوش ہوا ہے جس نے بھی کھائے ہیں یہ
یہ دلِ بلبل کا ایرانی اچار　　لے وہ چٹخارے جو کھائے ایک بار
یہ دَمن کی پیاز یہ عربی سلاد　　کھائے جو برسوں کرے وہ اُس کو یاد
جسم گرمی سے اگر گھبرائے ہیں　　ہم چمکتے مور چھل بھی لائے ہیں

وادیٔ جنت سے کیوں بیزار ہو؟ خودکشی کرنے پہ کیوں تیا رہو؟
بات کیا ہے دُلہنو یہ تو بتاؤ جوڑتا ہوں ہاتھ غصے میں نہ آؤ
اشک کیوں چمٹے ہوئے ہیں گال سے پونچھ ڈالو ریشمی رُومال سے

(۳)

عورتیں:-

جاؤ جاؤ کچھ نہیں کھائیں گے ہم فیصلہ یہ ہے کہ مر جائیں گے ہم
عورتیں سب سیدھی راہوں پر چلیں شمعِ نیکی بن کے دنیا میں جلیں
گھر سے باہر عیش جب کرتے تھے مرد گھر میں ہم بھرتے تھے آہیں سرد سرد
ہنس کے سہہ لیں زحمتیں اولاد کی ہم نے دنیائے خدا آباد کی
کر دیا پورا ہر اک حکمِ خدا اُس کا ہر فرمان ہم لائے بجا
حکم تھا شوہر مجازی ہیں خدا اُن سے ہو سکتی نہیں عورت جدا
ہم تھے سیدھے آ گیا ہم کو یقیں تھی خبر کس کو حقیقت یہ نہیں
اُن کی اُلفت اَپنی فطرت بن گئی گھر کی دوزخ اَپنی جنت بن گئی
چونکہ تھی شوہر پرستی فرضِ عین ان سے پٹ پٹ کر ہمیں آتا تھا چین
اب تو ہر عورت فدائے مرد ہے اپنے اپنے مرد کی ہمدرد ہے
آج جب ہنگامِ محشر آ گیا سامنے کچھ اور نقشہ چھا گیا
یک بیک دشمن ستارے ہو گئے مرد سب دوزخ کو پیارے ہو گئے
ہو گئے گر ان بچاروں سے گناہ کر رہے ہیں آپ کیوں ہم کو تباہ
دل بھلا کیوں دیں گے بیگانوں کو ہم پیٹ دیں گے آج غلمانوں کو ہم
ہم کو دیکھیں توبہ اُن کی یہ مجال نوچ دیں گے اُن کے لمبے لمبے بال
اَپنا اَپنا ہم کو ''گوہر'' چاہیے کچھ نہیں بس ہم کو شوہر چاہیے
وہ ہیں بھوکے اور ہم جنت میں کھائیں وہ جدا ہیں اور ہم خوشیاں منائیں
کچھ بھی ہو وہ ہیں شریکِ زندگی زندگی میں اُن سے ہے تابندگی

سچ تو یہ ہے وہ نہیں کرتے گناہ
دوستوں نے کر دیا اُن کو تباہ

تولتے اُن کی شرافت لے کے باٹ
بعد میں کرتے اُنہیں دوزخ اَلاٹ

دی سزا اور کچھ نہ کی انکوائری
یہ تو ہے ''سرمائیکل اڈ وائری''

سب فرشتوں کی غلط ہے ڈائری
کچھ حقیقت اور زیادہ شاعری

کیا وہ کرتے اُن پہ جب آیا شباب
کچھ چھنالوں نے کیا اُن کو خراب

بزمِ دنیا میں بھی یہ تھیں اُن کے ساتھ
آ گئے دوزخ میں بھی یہ اُن کے ہاتھ

کھولتا ہے خون وہ آیا ہے طیش
ہو رہے ہوں گے جہنم میں بھی عیش

نعرہ بر لب ہاتھ میں ہیں جھنڈیاں
لے چلو جی ہیں جہاں وہ رنڈیاں

دیکھتے ہی اُن کو اُٹھ جائیں گے ہات
زور سے دیں گے کمر میں ایک لات

کھٹ سے جب گھونسہ پڑے گا ناک پر
رو کے گر جائیں گی فرشِ خاک پر

جب پڑے گی پیٹھ پر لوہے کو سیخ
اُن چھنالوں کی نکل جائے گی چیخ

آج دوزخ میں وہ ہو گا قتلِ عام
روئیں گے سب سانپ اور بچھو تمام

لمبی لمبی لاٹھیاں چل جائیں گی
پوتیوں کو نانیاں یاد آئیں گی

ساڑھیاں اور بلاؤز سب پھٹ جائیں گے
چوٹیوں کے ساتھ سر کٹ جائیں گے

کر کے اُن کی لمبی زلفیں تار تار
ہم پہنائیں گے اُنہیں جوتوں کا ہار

لنگڑے اور کانے گدھے منگوائیں گے
دُلہنوں کو اُن پہ ہم بٹھلائیں گے

اُن کو پھر پلوائیں گے تھوہر کا جوس
ہر جگہ اُن کا نکالیں گے جلوس

تھام لیں گے پھر گریبانوں سے ہم
بیاہ دیں گے اُن کو شیطانوں سے ہم

شوہروں کو آج واپس لائیں گے
ہم کھلا کر اُن کو پھر خود کھائیں گے

ہاں کھڑی ہو جاؤ اَب تم صف بہ صف
کوچ کر دو اَب جہنم کی طرف

''زور سے بولو کہ شوہر زندہ باد!''
''شوہروں کی بیویاں پائندہ باد!''

﴿شاعر خدا کے دربار میں﴾

تیری دنیا میں سن لے آج تک کیا کیا کِیا میں نے
کوئی چھ سو ستاون مہ رُخوں کو دل دِیا میں نے

شبستانوں میں میرے رات بھر اکثر رہیں پریاں
سدا روشن رکھا اپنے گناہوں کا دیا میں نے

برہنہ لڑکیاں جب میرے آگے رقص کرتی تھیں
اِنہی آنکھوں سے لوٹی اُن کے جسموں کی ضیا میں نے

مرے گستاخ ہونٹوں پر بتوں کے نام رہتے تھے
ترا جب نام آیا اَپنے ہونٹوں کو سِیا میں نے

حسیں کالی گھٹا لہرائی جب بھی صحنِ گلشن پر
تو اُس عالم میں مے خانے کا مے خانہ پیا میں نے

مگر سب سے بڑا یہ جرم میرا ہے مرے آقا
غلط اِک قافیہ دیواں میں اَپنے لکھ دیا میں نے

﴿میرا دوست﴾

اَلسلام اے ہمدمِ دیرینہ شیطان الرّجیم
ہر اَدا پر تیری عاشق ہے میرا ذوقِ سلیم

تو نے بن مانگے ہی پوری کی مری ہر اِک مراد
ہوں اگر اِنسان تو احسان مَیں رکھوں گا یاد

سب ترے دشمن ہیں لیکن میں ثنا خواں ہوں ترا
اَے عظیم الشان اَفسانے میں عنواں ہوں ترا

مرحبا صد مرحبا اَے شاطرِ اَفلاک و اَرض
حکم دے مجھ کو تو میں پورے کروں کچھ تیرے فرض

بزمِ عالم میں نہ قدرت دے سکی تجھ کو شکست
تو نے تلپٹ کر دیا ہے انتظامِ بود و ہست

دَبدبہ پھیلا ترا صحرا بہ صحرا یم بہ یم
نیکیوں کو روند دیتے ہیں ترے وحشی قدم

رحم آ جاتا ہے تجھ پر کس قدر مصروف ہے
اس پہ طرہ یہ کہ اِس دربار سے موقوف ہے

کچھ بھی ہو رہتی ہے اِن آنکھوں کو تیری جستجو
آ گلے مل لیں، پرانے دوست ہیں، میں اور تو

کہ کے میں اَللہ اکبر جب بھی پڑھتا ہوں نماز
میرا کچھ نوٹس نہیں لیتا خدائے بے نیاز

سر اُٹھا لیتا ہوں میں اُکتا کے اُس دہلیز سے
خاک دلچسپی ''وہ'' لے اِس بندۂ ناچیز سے

جب بلاتا ہوں تجھے اِک پل میں آ جاتا ہے تُو
راستہ سیدھا ہو یا اُلٹا بتا جاتا ہے تُو

''وہ'' ہے کتنی دُور اور تو کس قدر نزدیک ہے
''وہ'' ہے اَوروں کے لئے میرے لئے تو ٹھیک ہے

میرے مرشد کب تلک تیرے لئے آہیں بھروں؟
تو نظر آئے تو ہاتھوں پر ترے بیعت کروں

حشر کے دن جانِ جاں دھوکا نہ دے جانا مجھے
بزمِ دوزخ میں بھی اَپنے ساتھ لے جانا مجھے

☆

تو نہیں مانے گا میری تو حرام الدہر ہے
تو مصیبت ہے اَذیت ہے بلا ہے قہر ہے

بھاگ جا میں تیرے دھوکے میں نہ ہرگز آؤں گا
میں نہیں اُلّو کہ تیرے جال میں پھنس جاؤں گا

مثنوی قہرالبیان

شاعراور یارِغار

وزیر آغا سنو میری کہانی
اَگرچہ یہ قلم کی ہے زبانی

کہانی درد سے بھر پور ہے یہ
کہ تصویرِ دل رنجور ہے یہ

دمِ آغا ز ''دو نعرے'' اور اک ''واہ''
دمِ انجام ''دو نالے'' اور اک '' آہ''

جو تارِ دل پہ رکھ دی میں نے مضراب
تو ٹکراؤ گے سر ہو ہو کے بے تاب

بہادو گے یکا یک اَشک اِتنے
فلک کی آنکھ کے تارے ہیں جتنے

مرا کوئی نہیں ہم راز تم سا
میں ڈھونڈوں گا کہاں دم ساز تم سا

اَبھی سے رو پڑے؟ ٹھہرو مرے یار
نہ اتنا روؤ ہو جاؤ گے بیمار

ہوئے جاتے ہو تم کیوں پانی پانی
ذرا روکو یہ اَشکوں کی روانی

ذرا کچھ دُور ہٹ جاؤ مرے یار　　قلم کی اَب چلاتا ہوں میں تلوار

بنامِ شاہدِ ''نازک مزاجاں''

بطیبِ خاطرِ ظالم ''سماجاں''

آغاز داستان

یہ کوئی چھ برس پہلے کی ہے بات　　نہ تھی جب فکر کوئی مجھ کو دن رات
میں بے فکری سے دن بھر گھومتا تھا　　بنے بن ہر قدم پر جھومتا تھا
مری دنیا میں آئی اِک حسینہ　　پھنسی جیسے انگوٹھی میں نگینہ
ریاضِ خلد کی ہنستی کلی تھی　　بڑے ناز و نعم میں وہ پلی تھی
بہاروں کی حسیں مسکان تھی وہ　　بلا تھی ، قہر تھی، طوفان تھی وہ
مرے چہرے پہ اُس کو رحم آیا　　نظر ملتے ہی اُس نے دل ملایا

جو میں نے مسکرا کے اُس کو دیکھا　　تو جھٹ کھڑکی سے اُس نے پھول پھینکا
نگاہیں پڑ گئیں وہ میرے پیچھے　　وہ تھیں بے چین اُوپر اور میں نیچے
اَدائیں اُس نے دکھلائیں جو ہنس کر　　مرا دل وہ گیا زلفوں میں پھنس کر

چھڑی آغازِ اُلفت کی کہانی
مگر فی الحال اِشاروں کی زبانی

اور اُس کے بعد

قدم اَب عشق نے آگے بڑھائے　　جو ارماں دل میں تھے ہونٹوں پہ آئے
ملاقاتیں ہوئیں دو چار چھپ کر　　محبت کے ہوئے اِقرار چھپ کر
وہ بولی،'' ہر مصیبت میں سہوں گی　　خوشی سے تیری کٹیا میں رہوں گی
میں لعنت بھیج دوں گی اپنے گھر پر　　چلی آؤں گی میں سب لے کے زیور''
یہ سن کر میں نے کی جب کچھ پس وپیش　　وہ بولی،''مت کرو فکرِ کم و بیش
بہت کچھ نقد بھی لاؤں گی پیارے　　مری لاکھوں امیدوں کے سہارے

محبت کا خزانہ ہوں چرا لو   مجھے فوراً اب اس گھر سے بھگا لو
بہت سے آ رہے ہیں گھر میں پیغام   نہ ہو جائے جوانی میری نیلام
نہ تڑپاؤ مجھے جلاد بن کر
کہیں اب لے چلو فرہاد بن کر

میرا اغوا

ملی ندیا پہ مجھ کو دوسرے دن   لگی کہنے'' رہوں گی اب نہ تجھ بن''
کہا میں نے''ارے میں تو ہوں شاعر''   وہ بولی''یعنی دل لینے میں ماہر''
''مگر'' کہ کر جو میں نے سر جھکایا   میری سمت اس نے ہاتھ اپنا بڑھایا
کلائی تھام کر بولی ''چھڑا ہاتھ''   ''ارے دستِ زُلیخا ہے مرا ہاتھ''
پکڑ کر مجھ کو لے آئی مرے گھر   پسینہ آگیا میری جبیں پر
لگی کہنے'' ملے کس نازنیں سے؟   پسینہ پونچھئے اپنی جبیں سے''
''ندی پر سے تجھے بندی اُڑا لائی   تجھے میں تیرے ہی گھر میں بھگا لائی
مرا گھر کیا تھا اِک چھوٹی سی کٹیا
یہیں ڈوبی مرِی قسمت کی لٹیا

''طوفاں'' بہ ''حباب'' اَندر

حسین قوسِ قزح گھر آ گئی تھی   یہ بدلی سب جہاں پر چھا گئی تھی
ملاتی جب وہ آنکھیں ہو کے مدہوش   محبت کھول دیتی ہنس کے آغوش
میں سن کے اس کی پائل کی چھما چھم   بھلا دیتا خوشی میں دل کا ہر غم
جب اُس کی چوڑیاں ٹکرا کے بجتیں   ہزاروں دلہنیں سی دل میں سجتیں
سرودِ سرمدی تھی اُس کی آواز   کہ جیسے بج رہے ہوں سینکڑوں ساز
مرا سرگم تھی وہ، سنگیت تھی وہ   غزل تھی وہ، سراپا گیت تھی وہ
جب اس کے دیکھتا مہندی رَچے پاؤں   میں کہتا''ان پہ گرنے کے لئے آؤں''
وہ جب اُن سرمئی آنکھوں سے تکتی   جنوں بن کر محبت سر پٹکتی

لئے شانوں پہ زلفوں کی گھٹائیں		لگا کر عطر پھرتی دائیں بائیں
وہ رُعبِ حسن اُس بندے پہ چھاتا		کہ بندہ دو رہٹ کر سہم جاتا
مگر اِک روز جرأت سے لیا کام		محبت سے لیا اس شوخ کا نام
کہا پھر میں نے اس سے تھام کر ہات		اِدھر دیکھ! آج ہے کتنی حسین رات
حیا کے پھینک دے رنگین پردے		مجھے ہر قید سے آزاد کر دے
میں کیسے اِتنے ارمانوں کو روکوں ؟		میں کیونکر آئے طوفانوں کو روکوں؟
وہ بڑھتی میری جانب ہو کے مدہوش		ریاضِ خلد تھی شاعر کی آغوش
مجھے دے دی نویدِ وصل اُس نے		پلا ڈالی'' شرابِ اَصل'' اُس نے

وہ دُلہن سی بنی ہر رات میری
عجب ہر رات تھی ہیہات میری

عہدو پیاں

غم و آلام سب سوئے ہوئے تھے		نہ جانے ہم کہاں کھوئے ہوئے تھے
جدا اِک پل بھی وہ مجھ سے نہ ہوتی		خوشی سے رات بھر ظالم نہ سوتی
گلے میں ڈال بانہوں کا حسیں ہار		جگا دیتی مجھے شب میں کئی بار
نگاہوں سے وہ کرتی تھی اشارے		نہ سوؤں گی نہ سونے دوں گی پیارے
کھلا کر آرزوؤں کا وہ گل زار		یہ کہتی'' آ مرے پہلو میں دلدار''
''اَگر فردوس بر رُوئے زمیں اَست		ہمیں اَست وہمیں اَست وہمیں اَست''
کبھی شاعر جدا مجھ سے نہ ہونا		نہ اپنی عاشقی کی لاج کھونا
ترے بن اک پل جینا ہے دشوار		جہاں فانی نہیں فانی مرا پیار
کسی دن کھو دیا گر میں نے تجھ کو		سمجھ لے موت آجائے گی مجھ کو

میں تیرے ساتھ فاقے بھی کروں گی
تری آغوش میں ہنس کر مروں گی

ہرروز روزِ عید

نہ تھی کچھ فکر ہم کو مال و زر کی   حقیقت سے محبت بے خبر تھی
بکے زیور مزے ہم نے اُڑائے   وفا کے گیت ہم نے گنگنائے
نہ کھائے تھے کبھی ہم نے جو کھانے   کھلائے پیٹ بھر بھر کر خدا نے
چھری مرغی پہ چلتی دن میں دو بار   تھی دستر خوان پر کھانوں کی بھر مار
مرے گھر دودھ کی نہریں تھیں جاری   پھلوں کے ٹوکرے تھے بھاری بھاری
میں رس سیبوں کا پیتا دن میں دس بار   مٹھائی کے لگے رہتے تھے اَنبار
عجب دن تھے عجب تھیں پیاری راتیں   زباں پر ہر گھڑی لاکھوں تھیں باتیں
کہا جب دل نے جھٹ ٹکٹیں منگا لیں   ہزاروں ہم نے فلمیں دیکھ ڈالیں
سدا ہم ٹیکسیوں میں گھومتے تھے   وہیں اِک دُوسرے کو چومتے تھے
گئے کپڑے پرانے سل گئے سوٹ   گئی چپل پرانی، آ گئے بوٹ

ہوئے معلوم سینٹ اور عطر کے بھاؤ
سنی جتنی بھی قیمت جھٹ کہا ''لاؤ''

میں اور ٹیں

ملازم پانچ رکھے میں نے ہشیار   سلام اُن سے کراتا دن میں چھ بار
ملاقاتی جو میرے گھر پہ آتے   وہ اَکثر منہ کی کھا کر لوٹ جاتے
میرے در پر کھڑا رہتا تھا ''جو گارڈ''   وہ کہتا ان سے لاؤ وزٹینگ کارڈ
بغیر اس کے نہیں ہوتی ملاقات   یہ سب ''سرکار'' نے دی ہیں ہدایات
نہ ہوتا موڈ میں اس وقت اگر میں   تو کہہ دیتا کہ ''صاحب گھر نہیں ہیں''
بہت کم اب ملا کرتا میں گھر میں   کہ ہوتا ''وائسرائے کے ڈنر'' میں
میں اکثر چار کو اب ''فور'' کہتا   جی بس کچے کو ''او نو مور'' کہتا
گئی سب خاکساری آ گئی ٹیں   ''کریون اے'' کے سگریٹ پھونکتا میں
محلے کے امیروں سے الجھتا   انہیں الو کے پٹھے مَیں سمجھتا

مرے گھر سب اَدیب آ جا رہے تھے

مزے سے رات دن پی کھا رہے تھے

آسمان کی حرامزدگی

نہ بھایا آسماں کو گھر کا یہ رنگ — یکا یک آپڑی اس رنگ میں بھنگ
وہ زیور ہی تھے کتنے روز چلتے — دیا بجھنے لگا یہ جلتے جلتے
غریبی نے جو دی اس گھر پہ دستک — سنائی دی دلوں کی ہم کو دھک دھک
یکا یک چونک اُٹھے گھبرا گئے ہم — ارے اب کیا کریں؟ چکرا گئے ہم
مجھے محسوس اَب ہونے لگا یوں — کہ سب بیکار تھی میری اَکڑ فوں
جب آئے گھر میں فاقے مسکرا کر — ہوئی وہ غرق فکر آنکھیں جھکا کر
دیا عاشق کا پھر بھی ساتھ اُس نے — نہ جھٹکا عاشق کا ہاتھ اُس نے
یکا یک ہو گئے سب طَور بے طَور — عجب تھا زندگی کا یہ نیا دور
وہ روکھی روٹیاں اَب کھا رہی تھی — چنے اَب بھاڑ سے بھنوا رہی تھی
وہ ستو پھانکتی، گٹیاں چباتی — مجھے تکتی، لجاتی، مسکراتی

میں کہتا ''واہ! کیا لڑکی ملی ہے
کلی جنت کی دوزخ میں کھلی ہے''

رہے نام اللہ کا

کٹالے لے کے قرضہ کچھ زمانہ — چلا کچھ روز یونہی آب و دانہ
کہاں تک قرض ہم لے لے کے جیتے — سسکنے اب لگے دن زندگی کے
نہ شاعر کو کسی در سے ملا کام — ہر اک در سے وہ لوٹا ہو کے نا کام
بکیں گھڑیاں، بکے زیور بکے سوٹ — کبھی گروی پڑی ساڑھی کبھی بوٹ
پڑا سامان کچھ گروی ، بکا کچھ — نہ اللہ کے سوا گھر میں رہا کچھ
یہ بھیجا تار آغا خان کے نام — ہوئی جاتی ہے عزت میری نیلام

خدا را کچھ مدد بندی کی کیجے
نہیں تو دو روپے ہی بھیج دیجے

قرض خواہوں سے جنگ

کیا اَب قرض خواہوں نے مجھے تنگ ـــ بہت روکا اُنہیں پر ہوگئی جنگ
مگر تھا حوصلے والا بڑا میں ـــ مجاہد کی طرح اُن سے لڑا میں
کسی کو اَپنے گھونسوں سے پچھاڑا ـــ کوئی ترچھا گرا اور کوئی آڑا
کسی کنجڑے کو دے کے بھیجا گالی ـــ کسی کی جیب سے نقدی اُڑا لی
جو گھر میں روز دے جاتا تھا اَنڈے ـــ گیا وہ تڑ کے تڑ کے کھا کے ڈنڈے
کئی خم ٹھونک کر آئے جو آ گے ـــ معاً عزت بچا کے اپنی بھاگے
دونی دے کے بھنگی کو رُلایا ـــ اِکنی دے کے ہر نوکر بھگایا
بہت ظلم اُس ''عفی عنہ'' نے ڈھائے ـــ خدا اُس کو جہنم سے بچائے

کہو اَے پڑھنے والو مل کے آمیں
کرو شانِ کریمی کی نہ توہیں

حسینہ سے میری پہلی مکاری

یونہی گزرے کئی دن اور راتیں ـــ کبھی الفت کبھی فاقوں کی باتیں
تھا اپنے شہر کا شاعر بڑا میں ـــ بہت سی اس پہ نظمیں لکھ گیا میں
میں بیڑی پھونکتا رہتا بہ آرام ـــ نہ تھا کچھ اس پہ مرنے کے سوا کام
جب اس کا بھوک سے دم لب پہ آتا ـــ میں اس کو گیت لکھ لکھ کر سناتا
عجب سوجھی مجھے اک روز تدبیر ـــ پڑے جس سے کہ ''ان قدموں'' میں زنجیر
یہ سوچا شاعری اُس کو سکھا دوں ـــ یہ اُلٹی راہ اُس کو بھی دکھا دوں
بنی پھرتی ہے اَب جو شاہزادی ـــ بنا دوں اس کو بھی فاقوں کا عادی
اُسے بھی شاعری کی ڈال کر چاٹ ـــ کہوں ''لے تو بھی اَب رورو کے دن کاٹ''

پھنسے اَیسی کہ پھر جانے نہ پائے
یہیں پر بیٹھ کر گرہیں لگائے

پہلا سبق

دیا پہلا سبق اُس مہ لقا کو — مسلماں کر لیا کافر اَدا کو
بتایا کیا ہے ''سکتہ'' کیا ہے ''ابہام'' — یہ ''خوبی'' آج کل کیوں ہو گئی عام
ہے ''ایطائے جلی'' کیا اور ''خفی'' کیا — ہے کوچہ یار کا کیا اور گلی کیا
میں کہتا ''جاہلاتن جاہلاتن'' — پکارو ''فاعلاتن فاعلاتن''
جب اس کا دیکھتا میں پھول سا منہ — وہ کہتی ''فاعلاتن فاعلن اونہہ''
بہت سی اس کو جب بحریں سکھالیں — کلامِ میر کی غزلیں رٹا لیں
قصیدے ذوقؔ کے اُس کو ''پلائے'' — اُسے غالبؔ کے سہرے بھی سنگھائے

دیئے پھر شاعری پر اَیسے لیکچر
سنے جو اُس پری پیکر نے ہنس کر

شاعر کی اَصلی تعریف

کہا میں نے کہ جو شاعر ہے اچھا — ضروری ہے کہ ہو الو کا پٹھا
نہ ہر گز زندگی میں کچھ کرے کام — ہر اک در سے وہ ہو کے لوٹے ناکام
سدا وہ زندگی برباد رکھے — جو ممکن ہو تخلص شادؔ رکھے
''پڑھائی'' اس نے چھوڑی ہو ادھوری — نہیں تعلیم اس کو کچھ ضروری
(ہے اوجِ شاعری فاقوں سے مرنا — فلک پر رو کے ہر الزام دھرنا)
برے معشوق کی صفتیں کرے وہ — وہ کیسا بھی ہو بس اس پر مرے وہ
اگر ہو بد چلن بھی اس کا معشوق — نہ مارے اس کو لاٹھی اور نہ بندوق
خوشی سے یہ کہے تو بے وفا ہے — مگر پھر بھی مرا یہ دل ترا ہے
بھرے سرد آہیں دل کو تھام کر وہ — بنا رُومال روئے رات بھر وہ
کوئی تیرِ نظر دل میں لگا ہو — ''غمِ دردِ جگر'' میں مبتلا ہو
لکھے غزلیں کرے پیدا وہ بچے — جو ممکن ہو تو دو دو ہوں اکٹھے
سدا بھوکے اُٹھیں بھوکے وہ سوئیں — اگر روئیں تو سب مل کر وہ روئیں
حسیں بیوی کے کپڑے ملگجے ہوں — اور اس کے منہ پہ پونے چھ بجے ہوں

رکھے پتلون گروی اور پئے مے بالآخر بیچ ڈالے اپنی ہر شے
کھلے رکھے وہ اپنے شب کو دیدے گنے تارے لکھے سہرے قصیدے
پھر اپنے پر چھری اس طرح چلوائے کلام اپنا کہیں بھی مفت چھپوائے
غزل اپنی ترنم سے سنائے اگر ممکن ہو تانیں بھی لگائے
کلام اس کا اگر کرنے لگے بور اگر محفل پہ برپا ہو کبھی شور
نہ جی ہارے وہ پڑھتا ہی چلا جائے رہِ ہمت میں بڑھتا ہی چلا جائے
یہ سب سن کر لگی کہنے مری جاں
''اور اُس کا نام ہو مہدی علی خاں''

شاعری پر ایک لیکچر

کہانی اَصل شاعر کی سنا کر دیا اِک شاعری پر اس کو لیکچر
نظر آئے نہ جو شے وہ کمر ہے نظر آجائے جو تیرِ نظر ہے
لبِ معشوق ملتے ہیں یمن میں کہیں ملتے نہیں اپنے وطن میں
نہ ہو معشوق کے گالوں پہ گر تل کسی کا اس پہ آ سکتا نہیں دل
نہ ہوں گر تل تو بنیئے سے منگا لو اٹھا کر اک دو خود ہی لگا لو
بچے گا تل کے جلووں سے کوئی کب فنا ہو جائیں گے اہلِ نظر سب
جو دیکھے گا وہ ہو جائے گا بر باد
کوئی مجنوں بنے گا، کوئی فر ہاد

معشوق کی چال

کسی معشوق کی اپنی نہیں چال وہ اوروں کی ہے منت کش بہر حال
کسی کو مورنی چلنا سکھائے کسی کو ''فن'' یہ ہرنی بتا ئے
کسی کی چال میں مستی اگر ہے تو سمجھو اس پہ ہاتھی کی نظر ہے
نہ آئے تم کو گر چلنا ادا سے تو جا کر سیکھ لو بادِ صبا سے
یہ پونے چھ بجے چلتی ہے پیاری

گلستاں در گلستاں کیاری کیاری

معشوق کی زلفیں

اُگر تم کو کوئی ناگن نظر آئے   تو یہ سمجھو کسی کی زلف لہرائے
مگر اُس زلف سے خود کو بچانا   خدارا ہاتھ اُس کو مت لگانا
یہ چلتی پھرتی چڑیا کاٹ لے گی   تمہاری زندگی سب چاٹ لے گی
کوئی زلفوں کو ''لمبی شب'' بتائے   جو اندھوں کو نظر دن میں بھی آئے

ہر اِک مجرم نے جو پہنی ہے زنجیر
وہ داروغے کی ہے زلفِ گرہ گیر

قدِ محبوب

قدِ محبوب کتنا ہو بتاؤں   چلو اِک سرو میں تم کو دکھاؤں
نہیں یہ بحث چھوٹا یا بڑا ہو   ضروری ہے کہ گلشن میں کھڑا ہو
قیامت سے بھی ہے تشبیہ اس کی   اُگرچہ کچھ نہیں توجیہ اس کی

اچھی آنکھیں

جو اچھی آنکھ کی پہچان چاہو   کہیں سے پھول نرگس کا منگالو
نہ آنکھیں ہوں اگر بیمار آنکھیں   سمجھ لینا یہ ہیں بے کار آنکھیں
مگر یہ شرط بھی ہے ہوں گلابی   بڑی جتنی کہ ساسر اور رکابی

بہت سے لوگ انہیں کہتے ہیں با دام
شرابی لوگ کہتے ہیں انہیں جام

متفرقات

اُگر تم ڈوبنا چاہو مری جاں   تو ہے اِس کے لئے چاہِ زنخدان
کسی کے ہاتھ میں دیکھو جو تلوار   لئے پھرتا ہے سمجھو ابروئے یار
کبھی بجلی جو گرتی ہے فلک سے   تو دل سینے میں رہ جاتے ہیں دھک سے
اگر بجلی گرا دے ہنس کے معشوق   نہ آئے گی صدائے توپ و بندوق

سڑک پر گر نہ مٹی ہو نہ ہو دھول
وہاں بکھرے ہوئے ہوں جا بجا پھول

سمجھ لینا حسیں کوئی ہنسا ہے
ابھی اس راہ سے ہنس کر گیا ہے

عشق کا موسم

یونہی گزرے کئی راتیں کئی دن
عجب تھی زندگی خوراک کے بن

وہ بولی ایک دن دل میں اٹھی ہوک
میں بولا کیوں؟ وہ جھٹ بولی لگی بھوک

کہا میں نے کہ ''لا دوں گا میں کھانا
مگر پہلے سبق پچھلا سنانا

اِدھر آؤ سُکھانا بعد میں بال
سناؤ ''عشق کے موسم'' کا کچھ حال

تمہارا اِمتحاں میں آج لوں گا
ہوئیں گر پاس کھانا لا کے دوں گا

وہ بولی ایک ٹھنڈی آہ بھر کر
مجھے پچھلا سبق سارا ہے اَزبر

جنوں اُٹھتا ہے جب آئیں بہاریں
چمن میں گل گریبا ں اَپنا پھاڑیں

نہیں جینے یہ مرنے کا ہے موسم
کسی سے عشق کرنے کا ہے موسم

اِسی موسم میں کھو جاتے ہیں شاعر
قفس میں بند ہو جاتے ہیں شاعر

تڑپتے ہیں مچلتے ہیں وہ ہر سال
صبا سے پوچھتے ہیں باغ کا حال

مگر رہتی ہے وہ مغموم و خاموش
یہ سر ٹکرا کے ہو جاتے ہیں بے ہوش

قطاروں میں رکھے رہتے ہیں گملے
کہ بھنورے کر سکیں کلیوں پہ حملے

کرا لیتی ہیں کلیاں عشق بالجبر
وہ ہر سختی کو سہہ لیتی ہیں بالصبر

چمن میں آشیاں ہوتے ہیں اکثر
کہ بجلی گر سکے آ آ کے ان پر

کبھی گرتی نہیں ہے یہ زمیں پر
جو گرتی ہے تو بس ظالم وہیں پر

یہیں پر آن کے گاتی ہے قمری
''خیال''، ''استھائی'' ''ٹپہ'' اور ''ٹھمری''

پپیہا بھی یہیں اندوہ گیں ہے
کہ وہ سہگل بنا بیٹھا یہیں ہے

یہیں پر بیوہ کوئل غم سے کملائی
غزل گاتی ہے بن کر اَختری بائی

صبا کا پوسٹ مین آتا یہیں ہے
لفافے پارسل لاتا یہیں ہے

اِسی موسم میں دل دے کر گلوں کو پڑا کرتے ہیں دورے بلبلوں کو
وہ ہو جاتی ہے اِس موسم میں بیمار کبھی تو خود کشی کرنے پہ تیار

بس اَب میں تھک گئی ہوں لاؤ کھانا
خدا کے واسطے جلدی منگانا

ایک اور لیکچر

مری جانِ تمنا سو گئی تھی کہیں ایران جا کر کھو گئی تھی
وہ میری عقل پر رو دھو گئی تھی بہت ہی بور شاید ہو گئی تھی
بصد منت اُسے میں نے جگایا ''پلاؤ''اس کو تھوڑا سا کھلایا
ذرا کھا کر کچھ آیا اُس کو جب ہوش تو کھولی ان کھلی آنکھوں نے آغوش
محبت سے بٹھا کر ساتھ اَپنے پھرا کر اُس پہ دونوں ہاتھ اَپنے
اُسے اہلِ قلم کے دُکھ بتائے جنہیں سن کر کلیجہ منہ کو آئے
گنے اُن ناشروں کے رات بھر نام اَدیبوں کے جو اَکثر کھا گئے دام
بنیں گے جو کبھی دوزخ کا اِیندھن خرِ اِبلیس کے دانتوں کا منجن
اَدیبوں کی اُسے لسٹ اِک لکھائی زبانی یاد سب اُس سے کرائی
مرا گھر مرکزِ علم و اَدب تھا کہ ''دُنیائے کتب'' کا میں قطب تھا
بہت ساری کتابیں اُس کو لا دیں ہزاروں علم کی شمعیں جلا دیں

تخلص اُس کا رکھا میں نے جنت
تھی پہلی نظم اُس کی ''باغِ الفت''

حسینہ اور نو مہینے

اِسی عالم میں گزرے نو مہینے کھلایا اِک نیا گل زندگی نے
یہ الفت کی کہانی رنگ لائی مرے ماحول سے وہ تنگ آئی
میں جب کہتا کہ ''تو کتنی حسیں ہے'' وہ کہتی ''گھر میں اِک پیسہ نہیں ہے''
میں اِک دن باغ سے اِک پھول لایا نہ اُس نے اُس کو بالوں میں سجایا

لگی کہنے ''اَجی اِس کو ہٹاؤ کبھی گوبھی کا بھی اِک پھول لاؤ''
چمن کے پھول کب تک لاؤ گے تم مجھے کب تک چنے چبواؤ گے تم
بس اَیسی شاعری سے باز آؤ
کسی دن پیٹ بھر کھانا کھلاؤ

فراموش کردند عشق

گئی کملا وہ صورت بھولی بھالی ''لگی ہے بھوک'' وہ اک روز بولی
کہا میں نے ''کہاں سے لاؤں پیسے'' کہا اُس نے کہ ''تم عاشق ہو کیسے؟''
''یہ بہتر ہے کرو اب کوئی دھندا'' کہا میں نے ''ہٹو شاعر ہے بندہ''
کہا اُس نے ''نہ گر کچھ کھاؤں گی میں کسی دن دیکھنا مر جاؤں گی میں''
بتاؤ پھر کرو گے پیار کس سے؟ یہ دو آنکھیں کرو گے چار کسی سے؟''
بہت دن تک رہی چلتی یہ تکرار لڑے آپس میں دونوں بھوک اور پیار
سدا وہ شوخ ہاری میں نہ ہارا ''ادب'' تھا زندگی سے مجھ کو پیارا
وہ دشمن ہو چکی تھی اب ادب کی
ادب کے نام تک سے جاں بلب تھی

شمعِ حزیں

وہ اِک دن گھر میں آہیں بھر رہی تھی کہ مستقبل سے شاید ڈر رہی تھی
ہوا جب ہنس کے میں کٹیا میں داخل تو اُس کو دیکھ کر صدمے سے گھائل
کہا ''یہ کس کا ماتم کر رہی ہو؟ یہ ٹھنڈی آہیں کیوں تم بھر رہی ہو
وہ بولی ''اَپنا ماتم کر رہی ہوں میں دل کو خو گرِ غم کر رہی ہوں
نہ جانے کس جہاں میں کھو گئی میں سہاگن ہو کے بیوہ ہو گئی میں
نہ ہے کچھ کھانے پینے کی ضرورت نہ ہے کچھ روز جینے کی ضرورت

مخدوش حالات

جو دیکھے میں نے یہ مخدوش حالات دیا اُس کو دلاسا تھام کر ہات
کہا اس سے کہ ''یوں گھبرا نہ پیاری نہ دل پر ڈال غم کا بوجھ بھاری
ہیں تھوڑے سے ابھی تکلیف کے دن یہ دولت رہ نہیں سکتی مرے بن
یہ چیخیں مارتی آئے گی پیاری یہ آ کر تھام لے گی تیری ساڑھی
لگی ہے آج اگر افلاس کی چوٹ تو کل تو ہی گنے گی رات دن نوٹ
بنی بیٹھی ہے کیوں غصے سے بندوق میں بھر دوں گا ترے نوٹوں سے صندوق
لگانے کو ہوں میں دولت کے انبار تجھے پہناؤں گا نو لاکھ کا ہار
رسالوں میں بہت میں آ رہا ہوں بہت مشہور ہوتا جا رہا ہوں
جونہی پھیلی ذرا بھی میری شہرت تو جھٹ آ جائے گی اس گھر میں دولت
اَبھی تو ''کورٹ شپ'' کا ہے زمانہ
نہیں ہے دُور ''خواب اپنا'' سہانہ

پڑوسن کی تباہ کاری

مری کٹیا سے تھوڑے فاصلے پر مرے اک دوست شاعر کا بھی تھا گھر
بہ حالِ زار ہی رہتا تھا وہ بھی ستم افلاس کے سہتا تھا وہ بھی
تھا اس کا نام عطاء اللہ سجاد تھا عرف اُس کا لقاء اللہ برباد
مرے گھر آئی اِک دن اس کی بیگم بتایا میری ''اُس'' کو اَپنا ہر غم
اَدیبوں کے جو اُس نے ذکر چھیڑے میرے بخیے بھی ظالم نے اُدھیڑے
کہا اس سے بہن اب صبر کرنا یہی بہتر ہے دل پر جبر کرنا
الٰہی توبہ! شاعر اور پیسہ؟ ہوا ہے کیا کبھی دنیا میں ایسا
یہ ''بیچارے'' سدا بھوکے مریں گے گھروں میں ان کے ہم آہیں بھریں گے
کہیں جو بھی اسے سمجھو تعلّی کہ جھوٹی ہے ہر اک ان کی تسلی
بہت ہوتی رہیں آپس میں باتیں یونہی گزرے کئی دن اور راتیں
میں اِن باتوں سے بالکل بے خبر تھا

هوا اِک دن وہی کچھ جس کا ڈر تھا

حسینہ اور اَدیب

حسیں موسم تھا اور رت تھی گلابی ہوائیں مست تھیں جیسے شرابی
رشید احمد کے گھر دعوت اڑا کے ہوا میں گھر میں داخل مسکرا کے
مری کٹیا میں وہ بیٹھی تھی غمگین کہا میں نے ''ہو کیسی بلبلِ چین!''
نہ دو دن سے ملا تھا اُس کو کھانا مگر یہ راز بندے نے نہ جانا
حسیں سا ایک مصرعہ گنگنا کے کہا میں نے یہ اُس کے پاس آ کے

''وزیر آغا کی تازہ نظم سن لو!
ذرا کچھ شاعری کے پھول چن لو'

اَب اُس کے صبر کا پیمانہ چھلکا پڑا پیلا، گلابی رنگ ہلکا
وہ غصے کی شکن ماتھے پہ لائی معاً دینے لگی وہ یوں دہائی
ترے ساتھ آ گئی پھوٹے مرے بھاگ وزیر آغا کی نظموں کو لگے آگ
اَرے چھوٹی سی تھی میں نظمِ آزاد کیا پابند تو نے مجھ کو جلاد

اَدب نے کر دیا برباد تجھ کو
نہ اَپنے ساتھ کر ناشاد مجھ کو

زباں پر ذکرِ منٹو دن میں دس بار کبھی لا کر نہ دی اِک'' کالی شلوار'
لحاف اک بھی نہیں اور ذکرِ عصمتؔ بتا دے یہ کہاں کی ہے شرافت
تبسم واجدہ کا کیا کروں گی؟ میں اُس سے پیٹ کیا اَپنا بھروں گی
مرا دل بھوک سے رنجور اَگر ہے مجھے کیا ہاجرہ مسرور اَگر ہے
کلامِ میرؔ بھی ہے جوشؔ بھی ہے نہیں ہے گھر میں آٹا ہوش بھی ہے

اَگر فاقوں سے آیا غیظ مجھ کو
سنایا فیض احمد فیضؔ مجھ کو

ہوئی جب چائے کی بندی کو خواہش کہا پڑھ لو ذرا احسان دانشؔ

نہ مجھ ناشاد کی پروا کبھی کی　　　جو کی تو فکر شادؔ اَمر تسری کی
کبھی آنسو نہ بندی کے سکھائے　　　بڑے صوفی تبسّم بن کے آئے
اَگر تجھ کر نہ دیتا داد راہیؔ
نہ آتی میرے گھر پر یہ تباہی
کیا ہے جعفریؔ نے تجھ کو برباد　　　جو آکر دے گیا جھوٹی تجھے داد
صلاح الدین اَگر کٹیا میں آیا　　　تو سمجھو میں نے واویلا مچایا
بہت سودا اَدب کا سر میں ہو گا　　　وہ مولانا اَگر ہے گھر میں ہو گا
نہ گھر میں اَختر الایمان آئے　　　نہ اَپنا وہ یہاں اِیمان لائے
اُسے چاٹو گے چومو گے یہ ہے طے
مگر وہ حجر اَسود تو نہیں ہے
یہاں پر منظرؔ اَیّوبی جو آیا　　　سمجھ لو میں نے ڈنڈوں سے بھگایا
دکھاؤں گی میں اُس کو اَیسے منظر　　　کہ ہنستا آئے گا جائے گا رو کر
جو راشدؔ کی سنائی نظمِ آزاد　　　ترے ساتھ اُس کو بھی کر دوں گی برباد
بڑی مشکل سے پیچھا تھا چھڑایا　　　وہ کیوں اِیران جا کر لوٹ آیا؟
مَرے وہ اِشتراکی احمد عباس
وہ کر دے گا ترا بھی ستیا ناس
کبھی ہوتا ہے یہ محسوس مجھ کو　　　بھگا لے جائے گا وہ رُوس تجھ کو
کسی ''روشن'' سے ہائے میرے اللہ　　　نہ بندھوا دے کہیں وہ تیرا پلہ
''ندیم قاسمی'' سو بار آیا　　　کبھی اُس نے بہن مجھ کو بنایا
میں ہو جاتی تھی شرما کے گلابی　　　وہ کیوں آخر مجھے کہتا تھا بھابی
تم آخر کس نشے میں ہو گئے غین
سدا ذکرِ کتابِ ''قرۃُ العین''
اُسے میں ''آگ کے دریا'' میں پھینکوں　　　''ستی'' ہوتے ہوئے میں اُس کو دیکھوں
نہ یاں آئے کنہیا لال ''مردہ''　　　کپور آباد کا مشہور گردہ

جو ہنس ہنس پگڑیاں سب کی اُچھالے   ذرا اَب اَپنی ٹوپی کو سنبھالے
نہ سمجھو شاد کو میں چھوڑ دوں گی   میں اُس کی تمکنت بھی توڑ دوں گی

مجھے اُس تونسوی کی فکر بھی ہے
لبوں پر تیرے اُس کا ذکر بھی ہے

عدم ''ملکِ عدم'' جاتا نہیں کیوں   یہ اَب جینے سے باز آتا نہیں کیوں؟
میں تنگ آئی تیری بدعہدیوں سے   یہ آئے دن کی ''باقر مہدیوں'' سے
اَدب نے گر مجھے ٹی بی کرائی   کرے گا کیا قتیل اَحمد شفائی

کنویں میں کرشن چندر کو میں پھینکوں
ہے ڈوبا یا نہیں اُوپر سے دیکھوں

زباں سے لفظِ بیدی گر نکالا   بجا دُوں گی میں فوراً تیرے بارہ
بتا مجھ کو ترا ساحر کہاں ہے   کہاں وہ دشمنِ شاہ جہاں ہے؟
جلا دے پھاڑ دے دیوانِ فانی   ''مآلِ سوزِ غم ہائے نہانی''

نثاراللہ کے اَب تک ہیں وہی طور
میں ڈالوں بھاڑ میں اُس کا نیا دور

یہاں ''نقش اورنقوش'' آنے نہ پائیں   طفیل اور شاہد احمد بھی نہ آئیں
نہیں یہ شاہد اَحمد مجھ کو بھاتا   جو سید ہو کے ٹھمری بھی ہے گاتا
جو ہوتی کچھ شرافت اُس میں باقی   رسالے کا نہ رکھتا نام ''ساقی''

ادھر آ تجھ کو سیدھی رہ پہ ڈالوں
''خلیل الاعظمی'' تیری نکالوں

بنتِ گراموفون

بہت سے اور بھی لیتی گئی نام   دیئے سو سو ہر اِک شاعر کو دُشنام
اَدیبوں کی بہت کی اُس نے توہین   پکڑ کر سر میں بیٹھا ہو کے غمگین

بہت چخ چخ کے بعد اُکتا گیا میں　　جب اِس بکواس سے تنگ آ گیا میں
یہ پھینکا میں نے فقرہ اُس پہ کس کر　　''گراموفون کی اَولاد بس کر''
چمک کو بول اُٹھی وہ ماہ پارہ　　''کہا کیا ہے؟ ذرا کہنا دوبارہ''
میں بولا ''بنتِ برق و باد ہے تو　　گراموفون کی اَولاد ہے تو

بجی ہے گر تو بجتی ہی رہے گی؟
جو گرجی ہے گرجتی ہی رہے

راجہ مہدی علی خاں کی شاعری

جو دیکھا میرا اَندازِ بیان اور　　تو بدلے اور بھی اُس کے حسیں طَور
زباں میرے لئے بھی اس نے کھولی　　ذرا مٹکا کے آنکھیں مجھ سے بولی
تو شاعر ہے؟ اَہا تو بھی ہے شاعر؟　　تو دُنیا پھر کہے گی تجھ کو ''ماٗئر''
تری نظمیں ہیں کیا کچرے کا ہیں ڈھیر　　یہ ایک آنے میں بِک سکتی ہیں دو سیر
نہ اِن میں کچھ اُلٹ ہے اَور نہ کچھ پھیر　　سمجھنے میں بھی کچھ لگتی نہیں دیر
نہ اِن میں ''سرگرانی'' اور نہ ''ابہام''　　نہ ہے کچھ قوم ہی کے نام پیغام
''غریبی'' ہے نہ ہے ''مزدُور'' اِن میں　　''سیاست'' ہے نہ کوہِ طور ان میں

کبھی لکھا کسی نے تجھ پہ مضموں
وزیر آغا؟ وزیر آغا ہے مجنوں

بہت سوں کو بنایا اُس نے اُلّو　　گھڑے سے لاؤں پانی بھر کے چلو
جو ممکن ہو تو اُس میں ڈوب مرنا　　مگر یہ شاعری مڑ کر نہ کرنا

دیارِ شعر کے اَدنٰی سے فرہاد
وزیر آغا تجھے کر دے گا برباد

کچھ وزیر آغا کے بارے میں

میں اَب تک سن کے سب باتیں تھا خاموش　　جو ''ذکرِ یار'' آیا آ گیا جوش
کہا میں نے یہ بھر کر آہ ٹھنڈی　　وزیر آغا کی مت کر بات رَنڈی

وہ دُنیائے شرافت کا خدا ہے　　سمجھ مت یہ کہ وہ مجھ سے جدا ہے
وہ چاہے تو تجھے کردے اَبھی ٹھیک　　اُسے بھیجوں تری شہ رگ کے نزدیک
اُسے مت فیض احمد فیضؔ سمجھو　　غضب سمجھو اُسے یا غیظ سمجھو
اُسے چودہ حواسوں پر ہے قابو　　ہے سرگودھے کے جنگل میں وہ سادُھو
وہ بیٹھا ہے وہاں خاموش چپ چاپ　　اُسے ڈسٹرب کرنا ہے مہا پاپ
جگہ سے اَپنی وہ ہلتا نہیں ہے　　کسی ذی رُوح سے وہ ملتا نہیں ہے
برس میں اِک دفعہ وہ بولتا ہے　　بڑی مشکل سے وہ لب کھولتا ہے

کہوں کیا میں ''جلالی'' پیر ہے وہ
تبر ہے، تیر ہے، شمشیر ہے وہ

ببر شیر اُس کی جب تکتے ہیں ہیئت　　تو کر جاتے ہیں جھٹ ہاتھوں پہ بیعت
نہ شیطاں ڈر کے اُس کے پاس جائے　　اَگر آئے دُعائیں پڑھ کے آئے
بظاہر ہے وہ بے حِس اور بے جاں　　بباطن ہے وہ اِک خاموش طوفاں
سمندر دیکھ کر اُس کو سمٹ جائیں　　ہوائیں ڈر کے پیڑوں سے چمٹ جائیں
جھکی آنکھوں کو اَشکوں میں بھگو کر　　بڑے دھاگے میں تاروں کو پرو کر
بنا لیتا ہے اِک تسبیح شب کو　　عجب کچھ جنبشیں دیتا ہے لب کو
کوئی لمبی دُعا وہ مانگتا ہے　　خدا سے جانے کیا وہ مانگتا ہے
تو ڈر مجھ سے کہ ہے وہ پیر میرا　　وہی خنجر ہے میرا، تیر میرا

نظر ڈالے جو تجھ پر خاک کردے
ترا اِک پل میں قصّہ پاک کردے

معرکۂ کفر و اِسلام

وہ بولی'' وہ اَگر ہے دوست تیرا　　عقیدہ اُٹھ گیا اُس پر سے میرا
وزیر آغا اَگر اَیسا ہی ہوتا　　تو پھر وہ دوست کیا تیرا ہی ہوتا
میں بولا ''پیر کو تکلیف کیوں دُوں؟　　ترے لئے میں خود ہی کیوں نہ لے لُوں؟

یہ کہہ کر ''ٹھہر جا اُلّو کو پٹھیا''   اُٹھا لی میں نے ہاشم خاں کی لٹھیا
جھپٹ کر اُس نے یہ لٹھیا گرا دی   پلٹ کر لات اِک میں نے جما دی
لپک کر اُس نے چھوڑے مجھ پہ مکے   اِدھر سے بھی چلے کچھ تیر تکے
فرائی پین لے وہ مجھ پہ دوڑی   چمک کر تھام لی میں نے ہتھوڑی
مرے سینے پہ پھینکا اس نے حقہ   ''بزن'' کہہ کر دِیا اِک میں نے مکہ
اُدھر سے آیا اک بطخ کا انڈا   اِدھر سے بھی کنڈالی اور ڈنڈا
اُدھر سے کس کے پھینکے اُس نے آلو   کئے بندے نے بھی حاضر کچالو

مروڑی اُس پری نے میری اُنگلی
تو پیروں پر ٹکا دی میں نے مُنگلی

خوں ریز جنگ

بس اَب دونوں نے رکھ دی طاق میں شرم   ہوئے ہم دونوں آہن کی طرح گرم
جنوں اَیسا اُٹھا دونوں کے سر میں   غضب کا رن پڑا چھوٹے سے گھر میں
بڑی منہ زور ہاتھا پائیاں تھیں   بڑی خوں ریز جنگ آرئیاں تھیں
اُدھر پائل بجی چھم چھم چھما چھم   اِدھر مکے چلے دھم دھم دھما دھم
مرا منہ آگے بڑھ کے اُس نے نوچا   اِدھر سے ٹیٹوا میں نے دبوچا
جو میں نے ہاتھ زلفوں پر بڑھایا   تو اُس نے ہاتھ میرا کاٹ کھایا
چلی لٹھیا کھٹا کھٹ کھٹ کھٹا کھٹ   گرے آنسو ٹپا ٹپ ٹپ ٹپا ٹپ
نچیں زُلفیں فٹا فٹ فٹ فٹا فٹ   پڑے تھپڑ پھٹا پھٹ پھٹ پھٹا پھٹ

قیامت کی ہوئی وہ مارا ماری
گیا تہمد مرا اور اُس کی ساڑھی

اَگرچہ اُس کی چیخیں عرش پر تھیں   مگر اَب چوڑیاں سب فرش پر تھیں
کبھی جو گال تھے ہلکے گلابی   ہوئے اب تھپڑوں سے وہ عنابی
جب اس کو تھام کر چٹیا گھمایا   بہت ہی اُس نے واویلا مچایا

چھٹیں اُس لب سے پھلجھڑیاں وہ پیاری
کہ سکتہ ہو گیا شاعر پہ طاری

بہشت آنجا

حسیناؤں نے جھانکا بام و در سے — نہ باہر آ سکیں وہ میرے ڈر سے
مگر سن کر مسلسل ہائے ہائے — پڑوسی جب وہاں گھبرا کے آئے
کہا میں نے کہ بھاگو او دوانو — نہ کودو آگ میں اَے مہربانو
یہ کیوں تکلیف تم کرتے ہو زنہار — نہیں جھگڑا یہ ہم دونوں کا ہے پیار
پڑوسی تم ہو میرے سکھ مجھے دو — چلے جاؤ نہ آکر دکھ مجھے دو
یہ کدو جیسے سر میں پھوڑ دوں گا — یہ سارس جیسی ٹانگیں توڑ دوں گا
کرو فکر اَپنی میرے گھر نہ آؤ — بہشت اَپنے محلّے کو بناؤ
بہشت آنجا کہ آزارے نباشد — کسے را با کسے کارے نباشد

مجھے دیکھا اُنہوں نے مسکرا کر
معاً پھر چل دِیئے گردن جھکا کر

چار رکعت نماز فرض

اَب اُس کافر کو اَللہ یاد آیا — مصلا اُس نے رو رو کے بچھایا
اَگرچہ تھی تپش اُس دن بلا کی — نمازِ دوپہر اُس نے اَدا کی
اُٹھائے پھر دُعا کو مرمریں ہاتھ — بڑے ہی درد و کرب و رنج کے ساتھ
مری سب یاد کر کر جفائیں — یہ مانگیں اس نے رو رو کے دعائیں
''دعا یہ ہے اُٹھے ہیں مجھ پہ جو ہاتھ — ہتوڑے سے اُنہیں توڑے جگن ناتھ
دعا یہ ہے مری اَے ذاتِ باری — چبا ڈالے اُسے فارغؔ بخاری
دعا یہ ہے مری اے میرے مالک — اسے لے جائے علم الدین سالکؔ
دعا یہ مانگتی ہے تجھ سے بندی — کہ دے جھانسہ اسے انورؔ گوبندی
دعا یہ ہے کرے منہ اس کا کالا — وہی شہ نامۂ اِسلام والا

مجید امجدؔ کا کتا اس کو کاٹے　　یہ رو رو کر کے پنجے اس کے چاٹے
اسے یوسف ظفرؔ رستے میں پیٹے　　اسے عابد علی عابدؔ گھسیٹے
اثرؔ صہبائی بھی آ جائے جھٹ سے　　ٹکائے ایک مکا اس کو کھٹ سے

بتِ گل فام را دُشنام گفتی
یہ کہہ کر پیٹ دے ممتاز مفتی

دعا ہے اشکؔ کے گھر جب بھی جائے　　وہاں وہ ہندوؤں سے اس کو پٹوائے
سمت پرکاش اسے ہندہ بنا لے　　بنارس جا کے یہ چٹیا بڑھا لے
اسے پھینکے برائے ''نیک نامی''　　قطب مینار سے خوشترؔ گرامی
بنے یہ کوچواں ہانکے یہ ٹانگے　　رشیؔ پٹیالوی سے بھیک مانگے
نہ اس کو طاہرہ مخفیؔ ہی چاہے　　وہ آ کر پیٹ جائے گاہے گاہے
پکڑ لیں جوشؔ و عرشِ ملسیانی　　کریں بندی پہ اِتنی مہربانی
وہ آئیں بن کے ڈاکو منہ لپیٹے　　اسے کھا جائیں دونوں باپ بیٹے
بلا سے گر وہ ویجی ٹیرئین ہیں　　حقیقت ہے کہ دونوں اَریئن ہیں
دعا ہے اب اسے جلدی سے موت آئے　　اسے پطرسؔ بخاری آ کے لے جائے
نہ بہر تعزیت ہی کوئی آئے　　جنازہ اس کا خود شیطان اٹھائے
یہ کہتا ہے مرا ہر زخم تازہ　　ہوں کتے ساتھ جب نکلے جنازہ

کرے شیطان ہی تجہیز و تکفین
پکارو اے فرشتو! مل کے آمین

میری مختصر سی دعا

اُٹھی جب وہ مصلّے سے میں آیا　　خدا کے سامنے سر کو جھکایا
دُعا کو موٹے موٹے ہاتھ اٹھائے　　زمین پر ایک دو آنسو بہائے
کہا مالک سے ''اَے دُنیا کے والی　　ترے در پر کھڑا ہے اک سوالی
ترا دربار ہے دربارِ عالی　　بھگا دینا نہ مجھ کو دے کے کالی

یہ تیری ہی شریعت میں لکھا ہے — کسی کو گالیاں دینا برا ہے
میں ٹوٹے دل کا اکتارہ بجا کر — تیرے رحمت کی کنڈی کھٹ کھٹا کر
نہ جنت مانگتا ہوں اور نہ حوریں — نہ کہتا ہوں کہ دے عربی کھجوریں
نہ سونا اور نہ چاندی مانگتا ہوں — میں تجھ سے التجا یہ کر رہا ہوں
کہ جو بندی ترے در پر کھڑے تھی — وہ اپنی ناروا ضد پر اڑی تھی
اَبھی مانگی ہیں جس نے سو دُعائیں — سنائی ہیں تجھے جھوٹی صدائیں

تو اُس بندی کو اَب ڈیجکٹ کر دے
دُعائیں اُس کی سب ریجکٹ کر دے

بہار آخر شد

وہ رشکِ ماہ آنگن میں کھڑی تھی — رواں آنکھوں سے اَشکوں کی جھڑی تھی
رُومال اُس کو دیا اِک میں نے لاکر — دیا پھینک اُس نے جو غصے میں آ کر
یکا یک ہو گئی چپ رو تے روتے — کہ جیسے چونک اٹھی ہو سوتے سوتے
سب آنسو آستیں سے پونچھ ڈالے — جو باقی تھے وہ اشکوں میں سنبھالے
دیئے پانی کے چھینٹے منہ پہ دو چار — کئے خشک اَپنے بھیگے بھیگے رُخسار
لئے ہاتھوں میں کاجل اور سلائی — وہ پیشِ آئینہ اِٹھلا کے آئی

دیئے آنکھوں میں جب کاجل کے دھارے
چمک اُٹھے اُن آنکھوں کے ستارے

لگائے منہ پہ پف پوڈر کے دو چار — لپ اِسٹک سے بنایا لب کو گلنار
سیہ زُلفوں کی بدلی کو سنوارا — دمک اُٹھی وہ پھر سے ماہ پارا
وہ اک زخمی پری بن کے اٹھی تھی — قیامت سامنے میرے کھڑی تھی
ہزاروں بجلیاں برسا رہی تھی — نگاہوں کو مری تڑپا رہی تھی
یہ جی چاہا کہ سینے سے لگا لُوں — اُسے پھر دل کی دھڑکن میں بنا لُوں
مری نیت کو اِک دم پا گئی وہ — مرے نزدیک ہنس کر آ گئی وہ

یکایک عشق سے بیتاب ہو کر گری جھٹ سے مرے قدموں پہ رو کر
یہ بولی ''رحم کیجے مجھ پہ سرکار
جہاں فانی، نہیں فانی مرا پیار''
میں اُلجھی آپ سے بس ہو گئی بھول ہوا جو کچھ بھی اُس پر ڈالئے دھول
نہ چاہوں آپ کو کیا ویشیا ہوں؟ زنِ ہندی ہوں فخرِ ایشیا ہوں
ملا لیجے نگاہیں مسکرا کر بنا لیجے مجھے اُپنا اُٹھا کر
نشے میں جیت کے میں مسکرایا اُسے قدموں سے اَپنے جھٹ اٹھایا
وہ بولی ''دیکھئے کیکر پہ بلبل کہاں سے آگئی ہے یہ بِنا گل؟
جو بلبل دیکھنے کو سر گھمایا میں چیخا ''مر گیا رے میں خدایا''
مرے معصوم سر پر ایک ڈنڈا
لگا یوں تھا کہ میں اِک دم تھا ٹھنڈا

آخری منظر

وہ بھاگی جھٹ سے اَب کٹیا کے باہر نگاہِ قہر ڈالی اِک پلٹ کر
لگی کہنے کہ ''بس اَب تجھ پہ لعنت گئی چولہے میں سب تیری محبت
یہ سن لے میں تجھے ٹھکرا رہی ہوں میں دولت خاں کے گھر اَب جا رہی ہوں
تو اِس کٹیا میں بیٹھا شاعری کر
میں جینے جا رہی ہوں تو یہیں مر
میں بولا ''چاہے ناتے توڑتی جا یہ سر ٹوٹا ہوا تو جوڑتی جا
تو روئے جا رہی ہے اَپنے دُکھڑے نہ جانے ہو گیا یہ کتنے ٹکڑے
وہ کہہ کر ''چیریو'' مجھ سے یہ بولی ''ترے پاس اَب مری آتی ہے جوتی''
پٹخ کر پیر وہ غصے سے چل دی میں پیلا پڑ گیا جیسے کہ ہلدی
گرا سجدے میں اور بولا ''خدایا یہ کیسا دِن مجھے تو نے دِکھایا
''زنِ خود رفتہ'' باز آید کہ ناید بصد عجز و نیاز آید کہ ناید

زنانِ بے شمار اَندر جہاں اَند
''زنِ بندہ نواز'' آید کہ ناید

رند کے رند رہے

خانہ بہ مہماں گذاشت

گھر میں آیا ہے جو مہمان نہیں جائے گا
لے کے جائے گا مری جان نہیں جا ئے گا

رہ پڑا ہے یہ مرِ ے گھر میں ہمیشہ کے لئے
جب تلک جسم میں ہے جان نہیں جائے گا

گالیاں دل میں ہزاروں اسے دی ہیں لیکن
اس کو ہوتا نہیں عرفان نہیں جا ئے گا

میں وہ یعقوب ہوں جو اس سے بچھڑنا چاہے
یہ وہ یوسف ہے جو کنعان نہیں جا ئے گا

دانے دانے پہ خدانے ہے لکھا اس کا نام
گھر میں جب تک ہے یہ سامان نہیں جائے گا

ہم کمینے ہیں تو یہ کیوں ہے کمینہ یا رب؟
اب تو یہ تاحدِامکان نہیں جا ئے گا

اس کے والد کا یہ گھر ہے نہیں رو جانِ بہار

یہ رہے گا علی الاعلان نہیں جا ئے گا

پاؤں نازک ہیں ترے ان کو نہ غصے میں پٹک
یہ بت بے حس و بے جان نہیں جا ئے گا

اس پہ آئے ہوئے غصے کو نہ بچوں پہ نکال
پِٹ کے ہو جائیں گے ہلکان نہیں جا ئے گا

''آیت الکرسی'' نہ پڑھ اس پہ نہ ''لاحول'' ہی پھونک
اس کا اللہ ہے نگہبان نہیں جا ئے گا

آ جا رو رو کے گلے اس کے ملیں ہم دونوں
میرا ذمہ تیرا ایمان نہیں جائے گا

کئی بار اس نے کنکھیوں سے تجھے دیکھا ہے
دل میں لے کر ترے ارمان نہیں جا ئے گا

اے مری سرو خراماں اے مری حور جمال
تری جنت سے یہ غلمان نہیں جا ئے گا

ہائے بے چارے کو تو کتنی پسند آئی ہے
اب تو دے دے گا یہیں جان نہیں جا ئے گا

دینے والا ہے یہ شاید تجھے شادی کا پیام

ترے در سے کسی عنوان نہیں جا ئے گا

سنگ دل پیٹ نہ یوں مجھ کو میں سچ کہتا ہوں
گھر چلا جائے گا ''دربان'' نہیں جا ئے گا

نوکروں سے اَبھی بندھواتا ہوں سامان ترا
یہ یونہی بے سر و سامان نہیں جا ئے گا

میں ہی چل دیتا ہوں گھر سے اسے تکلیف نہ ہو
چھوڑ کر یہ ترا ''دامان'' نہیں جا ئے گا

والدِ خالد و عرفان چلا جائے گا
''وارثِ خالد و عرفان'' نہیں جا ئے گا

رو نہیں جانِ ادا ہونٹوں پہ لے آ مسکان
میں بھی اس گھر میں کبھی آؤں گا بن کر مہمان

﴿ایک اور مہمان﴾

بن کے آیا ہوں میں مہمان نہیں جاؤں گا
سب کو کر دوں گا پریشان نہیں جاؤں گا

بیٹھ کے چین سے پھونکوں گا تمہارے سگریٹ
پک رہے ہیں ابھی پکوان نہیں جاؤں گا

ذبح ہوتی ہوئی مرغی کی صدا آتی ہے
گھر میں دعوت کا ہے سامان نہیں جاؤں گا

دوں گا میں مسجدِ مہمان نوازی میں اَذاں
میں ہوں اِک سچا مسلماں نہیں جاؤں گا

دل پہ میں جبر کئے صبر کئے بیٹھا ہوں
لے کے میں بھوک کا طوفان نہیں جاؤں گا

خشمگیں نظروں سے آخر مرا کیا بگڑے گا
تم کو ہو جائے گا خفقان نہیں جاؤں گا

کھا رہا ہوں میں نگاہوں کے ہزاروں دھکے
پھر بھی ہونٹوں پہ ہے مسکان نہیں جاؤں گا

کیوں پکائی ہیں یہ سب چیزیں مزیدار لذیذ
میرا ہر چیز میں ہے دھیان نہیں جاؤں گا

مجھ کو معلوم نہ تھا اتنے کمینے ہو تم
جاؤ جاؤ علی الاعلان نہیں جاؤں گا

اِتنا کھاؤں گا کہ آجائے گا غش تم سب کو
تم کو کر دُوں گا میں ہلکان نہیں جاؤں گا

اَے رَذیلو! مجھے جانے کے اِشارے نہ کرو
جب تلک جسم میں ہے جان نہیں جاؤں گا

پونچھ لو آنکھوں میں آئے ہوئے ہر آنسو کو
میں تو اب تاحدِ اِمکان نہیں جاؤں گا

خود ہی کہ دو کہ ''اَجی جایئے کھانا کھا کے''
ورنہ میں خود ہی مری جان نہیں جاؤں گا

''مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

راجندر بیدی اور چور

(ا)

رات تاریک ہے اور ویراں سڑک
اجنبی کس لئے تم یہاں ہو کھڑے
پھر کھڑے اس طرح ہو کہ ہر اک نظر
بے شبہ تم پہ مشکوک ہو کر پڑے
بال بکھرے ہوئے ہیں نگاہیں حزیں
سچ بتاؤ مجھے کیوں پریشان ہو

اپنے تھوڑے سے غم دوست مجھ کو بھی دو
مجھ سے تم کچھ چھپاتے مری جان ہو

(۲)

میں نے سن لی ہے سب داستانِ الم
ان ستاروں کی چھاؤں میں دل تھام کر
قصہٗ مختصر یہ کہ تم چور ہو
اس مکاں پر ہے شاید تمہاری نظر

(۳)

اس مکاں کے مکیں سے کئی سال سے
تھوڑی تھوڑی میری جان پہچان ہے
جب یہ مفلس تھا کہتی تھی دنیا سبھی
اے خدا کتنا اَچھا یہ اِنسان ہے
دولت آتے ہی سب سے اکڑنے لگا
پھر گئے اس کے دن بڑھ گئی اس کی ''میں''
لوٹ کر اس کا گھر اس کا مال اس کا دھن
خاک میں ہم ملا دیں گے آج اس کی ''ٹیں''
کہہ کے بسم اللہ اب ساتھ آؤ میرے
توڑ دیں اس علی گڑھ کے تالے کو ہم
جو بھی چاہو گے اس گھر سے مل جائے گا
ہے یقیں مجھ کو اس کا خدا کی قسم
کھل گیا ایک جھٹکے میں ٹھہرو ذرا
ایک لمحے میں بجلی جلاتا ہوں میں

چپے چپے سے اس گھر کے واقف ہوں میں
''مال اَصلی کہاں ہے؟ بتاتا ہوں میں''
اَندر آجاؤ چپکے سے اَے اجنبی
ہال میں ہر طرف روشنی ہو گئی
''صاحبِ خانہ جانے کدھر مر گیا
آج تقدیر کم بخت کی سو گئی

(۴)

بھوک تم کو لگی ہو تو آؤ ادھر
بسکٹوں کا یہ ڈبا ہے یہ جام ہے
دیکھو گھبراؤ مت خوب کھاؤ پیو
آج کی رات اس گھر کا نیلام ہے
''صاحبِ خانہ'' کی میز پر آم ہیں
یہ چھری بھی ہے کھاؤ انہیں کاٹ کر
کھیر کی ڈش ہے یہ ساتھ چمچہ نہیں
صاف کر دو زباں سے اسے چاٹ کر
بس میاں کھا چکے؟ اچھا اچھا چلو
لے لیں اس گھر کی اب ہم تلاشی ذرا
سارے کمروں میں چاروں طرف گھوم کر
آج کم کر لیں فکرِ معاشی ذرا

(۵)

لے لو لے لو جی پچیس سو نقد ہیں!
اس کی بیوی نے شاید چھپائے تھے یہ
اُس کی جیبوں سے وقتاً فوقتاً کبھی
اُس بچاری نے شاید اُڑائے تھے یہ

گیارہ تولے کا ہے غالباً ہار یہ
تین تولے کی شاید ہیں یہ بالیاں
کھولو الماریاں مجھ کو معلوم ہے
ان میں چاندی کی ہیں نو عدد تھالیاں
یہ زمرد کے جھمکے یہ ہیرے کے سیٹ
ننھی ننھی یہ سونے کی اینٹیں بھی ہیں
جب انہیں جیب میں رکھ کے چل دو گے تم
پھر نہ باقی رہے گی بچارے کی ''میں''
گرم یہ سوٹ ہاں ہاں چرا لو انہیں
سردیوں میں تمہارے یہ کام آئیں گے
جسم پر گر تمہارے نہ یہ فٹ ہوئے
اچھی قیمت پہ بے شک یہ بک جائیں گے
کسی ایران کے باغ ہی کی طرح
کس قدر خوبصورت یہ قالین ہے
کر کے تہہ اس کو بوری میں رکھ لو ذرا
نہ چرانا اسے اس کی توہین ہے

(۶)

بھر چکی ہیں ''اَٹا اَٹ'' یہ سب بوریاں
کیا یہ چاروں کی چاروں اُٹھا لو گے تم؟
اتنا ہی خوش کرو گے مجھے آج تم
حسرتیں جتنی دل کی نکالو گے تم
اور کچھ چاہیے؟ اچھا اب جاؤ گے؟
تم کو جلدی ہے پر مجھ کو جلدی نہیں
میں تمہیں چھوڑ آؤں گا کچھ دور تک

تم ہو محفوظ اے دوست رکھو یقیں
مجھ کو حصہ نہ دو بھاگ جاؤ بس اب
دیکھ لے گا کوئی ہو رہی ہے سحر

ہو سکے گر تو اب جاتے جاتے ذرا
مسکرا کر مجھے دیکھ لو اک نظر
نہیں جذبات کی رَو میں اِتنا بہو
فکر میری کرو تم نہ اَے مہرباں

تم کو کافی ہے جو کچھ تمہیں مل گیا
مجھ کو کافی ہے جو کچھ ہے باقی یہاں
رات تاریک تھی اور ویراں سڑک
میں کھڑا دیر تک اس کو تکتا رہا

تاروں کی چھاؤں میں دیر تک میرا دل
میرے سینے میں دھک دھک دھڑکتا رہا
کامیابی پہ اپنی بہت خوش تھا ''وہ''
اس حقیقت سے بے چارہ انجان تھا

مجھ سے اُٹھوا کے جو اس نے سر پر رکھا
سب کا سب میرے ہی گھر کا سامان تھا

﴾حسابِ دشمناں در دل﴿

'' سلاماں لیکم! قسم خدا کی بہت ہی عمر آپ کی بڑی ہے''
(صبح صبح توبہ، توبہ توبہ نگاہ کس شوم سے لڑی ہے)

''کھڑی ہیں کیوں آپ؟ بیٹھئے نا، گئے ہیں شاید وہ ڈاکخانے''

(نہیں وہ گھر میں تو اب کرے گی تُو جلد جانے کے سو بہانے)

غضب کا حسن آج آپ پر ہے بھروں میں کیا چند آہیں ٹھنڈی
(لگا کے دنبالہ دار کاجل تو ہوبہو لگ رہی ہے رنڈی)

''پئیں گی کیا آپ رُوح اَفزا؟ نہیں تو پھر کیا پئیں گی چائے؟''
(ترے خصم کا یہ گھر ہے شاید کہ جب بھی جی چاہا کھٹ سے آئے)

''زبیدہ جلدی سے چائے لاؤ یہ دیکھو تشریف لائیں آپا''
(تمہاری باجی کی سوت آئی ہے اس کا آ کر کرو سیاپا)

''مشین کیا چیز؟ میں تو حاضر کروں اگر آپ جاں بھی مانگیں''
(مشین کیا تیرے باپ کی ہے؟ میں چیر دُوں گی تمہاری ٹانگیں)

''وہ چھ بجے شام کل ملیں گے! جی چھ بجے آپ آ سکیں گی''
(ڈوپٹہ سرکا کے کل ہی آپ ان کو اپنے نخرے دکھا سکیں گی)

''سور کی بچی! حرامزادی! چھنال! ''جی کون'' بی رضیہ''
(قسم خدا کی میں ایک دن تنگ آ کے نبٹوں گی سب قضیہ)

''مگر رضیہ تو نام میرا نہیں جی وہ ایک دُوسری ہے''
(بہت دنوں سے چھنال میرے میاں کے پیچھے پڑی ہوئی ہے)

زبیدہ توبہ کہاں گئی پھر، ذرا مری جان ادھر تو آنا

(رضیہ آپا کو اپنے پیانو پہ آن کر وہ غزل سنانا)

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا عام دیدارِ یار ہو گا
کنواریوں کا بیاہتا مردوں کے ساتھ چھپ چھپ کے پیار ہو گا

﴿رند کے رند رہے﴾

اَے خدا آج تجھ سے جو کہتا ہوں میں
اِس کا مطلب میں بالکل نہیں جانتا
مجھ کو آتی نہیں ہے تری یہ زباں
اَپنا یہ عجز میں کب نہیں مانتا
جلدی جلدی وضو کر کے آیا ہوں میں
سر پہ ٹوپی ہے اور ہاتھ سینے پہ ہیں
اور خیالات کے طائر ''خفتہ پر''
محوِ پرواز مکے مدینے میں ہیں

اَچھی اَچھی ہی باتیں یہ ہوں گی کوئی
گو سمجھ میں مری کچھ بھی آیا نہیں
قوم نے آیتیں تو سکھا دیں مگر
اِن کا مطلب کسی نے بتایا نہیں
خالقِ دو جہاں معذرت میری سن
اِس لئے پڑھ رہا ہوں نمازِ قضا
رات کو دیر سے مجھ کو چھٹی ملی
نصف شب سے نہ پہلے میں گھر آ سکا
صبح آئی تھی بیوی جگانے مجھے
پر اُسے مجھ پہ کچھ رحم آیا نہیں
بخش دینا اُسے وہ بڑی نیک ہے
اُس بچاری کو شیطان بہکا گیا
دیکھ پھر میں نے ''اللہ اکبر'' کہا
ہاتھ گھٹنوں پہ رکھتے ہی سر جھک گیا
جب کہا میری بیوی نے جلدی پڑھو!
تو خیالات کا سلسلہ رُک گیا
وہ بھی سچی ہے اَے رازقِ دو جہاں
اُس کو ڈر ہے کہ میں لیٹ ہو جاؤں گا
نوکری لیٹ ہونے سے گر چھٹ گئی
پھر غریبی کی فکروں میں کھو جاؤں گا
سرد پڑ جائے گا پھر سے چولہا مرا
میرے معصوم سب بھوکوں مر جائیں گے
تو نے تھوڑا سا بھی گر تغافل کیا
رازقِ دو جہاں وہ کدھر جائیں گے

اُن کے آگے بھی سر کو جھکاتا ہوں میں
تیری دنیا میں ہیں اور بھی کچھ خدا
اَے خدا رحم کر تو مرے حال پر
میں نہ اُن سے جدا اور نہ تجھ سے جدا

﴿والدہ میرؔ ننھے میرؔ کے سرہانے﴾

بوا چاول نہ اِس کمرے میں تولو
نہ چابی کے لئے تکیہ ٹٹولو
بڑی سردی ہے دروازہ نہ کھولو
سرہانے میرؔ کے آہستہ بولو
ابھی تک روتے روتے سو گیا ہے

یہ تڑپے دن میں اور راتوں کو جاگے
ابھی سے لڑکیوں کے پیچھے بھاگے
بٹے راتوں کو یہ زلفوں کے دھاگے
ہے مجنوں طفلِ مکتب اس کے آگے
نجانے کِس پہ عاشق ہو گیا ہے
اَبھی تک روتے روتے سو گیا ہے

موئے عطّار کے لڑکے سے یاری
ہوئی جب اُس کی اُس نے آنکھ ماری
نہ اُس ظالم نے کی کچھ پردہ داری

اُٹھا کر منہ پہ دے ماری پٹاری
خیالوں میں اُسی کے کھو گیا ہے
اَبھی ٹک روتے روتے سوگیا ہے

﴿پنجاب کے دیہات میں اردو﴾

دو بھائی

میں ماروں گا منع کر اِس کو بے بے
جمالا مجھ پہ تھوکیں سوٹتا ہے

غمزدہ حسینہ

کیوں بجھاتے ہو دِیا اُلفت کا پھوکاں مار کے
چاہتا ہے دل مرا رووّاں میں کوکاں مار کے

مہمان نوازی

بہت سے روغنی ہیں نان اور شورا ہے کُکڑ کا
اَرے اُلّو دے پٹھے ماحضر آ کر تناول کر

چچی اور بھتیجی

لگا ہے میز تے کھانا تکلف کر نہ آ چاچی
مرا کہنا نہیں مندی تے جا کھسماں نوں کھا چاچی

ڈنگوری اور بے بے

ڈنگوری لے کے پَے جا اِس کو اَبا
مری بے بے نے چُوچا مار سُٹیا

اللہ رکھا اور چارپائی

منجی دا پاوا امّاں میتھوں نہیں ہے ٹٹیا
کل اِس پہ اللہ رکھا تشریف رکھ گیا تھا

اَے بسا آرزو کہ۔۔۔

وہ آئے تھے گھر میں سویرے سویرے
رہے مجھ سے لیکن پریرے پریرے

عذرِ گناہ بدتر از گناہ

سَوں رَب دی مام دِین میں کل رات تیرے کو
ملتی ضرور پر مجھے چِتا نہیں رہا

محاورہ اور روزمرہ

تیری گلی دے کتے ٹانگوں پہ واڈتے ہیں
اُوپر سے تو بھی مجھ کو گالی نکالتی ہے

ضرورتِ چشمہ

اَے جی چشمہ اَب تو لا دیجے مجھے
سوئی میں دھاگا بھی اَب پِینا نہیں

ڈاکو دلدار

اَللہ میں قربان جاؤں اَپنے ڈاکو یار کے
جس نے ڈولی وِچ بٹھایا میٔوں ٹُھڈے مار کے

گالی

کتے دا پتر کہا کرتے ہو کیوں ابّا مجھے
ماں تے کہتی تھی نہیں کتے دا پتر تُوں نہیں

جنون اور عشق

جنونِ عشق میں اَپنا گریباں پھاڑ دیتا ہوں
وہ ظالم مسکرا کر دو تروپے مار جاتی ہے

دعوت نامہ

اَکیلی گر نہیں آتی مرے بلانے پر
کھسم کے ساتھ چلی آ غریب خانے پر

پردہ

جب کسی نے مسکرا کر مجھ پہ اِک سُٹیا سلام
''دُر پھٹے منہ'' کہ کے میں پردے دے پچھے چھپ گئی

دُنیا ہر گز گول نہیں ہے
ڈھول میں بالکل پول نہیں ہے

مجنوں کی دُشمن تھی لیلیٰ
نو مسلم تھی بھائی چھیلا

الو رات کو سو جاتے ہیں
طوطے گلابی ہو جاتے ہیں

اَفلاطون کی چھ مائیں تھیں
کچھ بھینسیں تھیں کچھ گائیں تھیں

جگنو سے سگریٹ سلگاؤ
دُھوپ میں بیٹھے اَشک بہاؤ

چور کو چوری سے مت روکو
شعر کہے شاعر تو ٹوکو

توبہ کتنا نیک ہے شیطاں
دُبلا ہے راجہ مہدی علی خاں

﴿ہنس پڑی، پھر رو پڑی﴾

میرے دُولہا نے جب مجھ کو روتے ہوئے

پالکی سے اُتارا تو میں ہنس پڑی

اور اُترتے اُترتے ہوا میں مرا
اُڑ گیا جب غرارہ تو میں ہنس پڑی

ساس نے جب کہا ''دیکھ رنڈی سنبھل''
گر گئی اُس کے قدموں پہ گھٹنوں کے بل

جب یہ نندوں نے تالی بجا کر کہا
''اُٹھ کے گر جا دوبارہ'' تو میں ہنس پڑی

جب میں آگے بڑھی تین سوتیں ملیں
آ کے میرے گلے تین سوتیں ملیں

تھام کر ہاتھ اُن غنڈیوں نے مجھے
ایک گھونسا جو مارا تو میں ہنس پڑی

کالے کالے مجھے آٹھ بچے ملے
مسز اُلو کو اُلو کے پٹھے ملے

جب اُن آٹھوں نے دامن مرا تھام کر
مجھ کو اَماں پکارا تو میں ہنس پڑی

مجھ کو آتے ہی لوہے کے زیور ملے

لاٹھیاں لے کے ہاتھوں میں دیور ملے

جب اُنہوں نے کہا ''پیاری بھابھی یہاں
ناچ کب ہے تمہارا؟'' تو میں ہنس پڑی

کیا کہوں ''اُس کے'' کمرے میں کیا گل کھلے
میری چٹیا نچی مجھ کو دھکے ملے

گنجے سر پر سے جب ہنس کے کم بخت نے
اَپنا پگڑ اُتارا تو میں رو پڑی

بہوساس رالوری می دہد

مری پیاری ساس سو جا ہے اَندھیری رات سر پر
مرا سر نہ پھوڑ ڈالیں تری گالیوں کے پتھر
جو کبھی نہیں سنا تھا مرے کان سن رہے ہیں
بڑے خوش ہیں سب پڑوسی جو یہ پھول چن رہے ہیں
میں نہال ہو رہی ہوں ترے گلستاں میں آ کر

میری پیاری ساس سوجا

نہیں پھیپھڑے پھلا تو او خدا کی نیک بی بی
مرے دکھ میں میرے غم میں تجھے ہو نہ جائے ٹی بی
میں نہیں یہ چاہتی تو مرے ہسپتال جا کر

مری پیاری ساس سوجا

لبِ خوش کلام سے تو مری ماں کا ذکر مت کر
مرا باپ مر چکا ہے اب اس کی فکر مت کر
تری گالیوں سے گھر بھر کی فضا ہوئی معطر

مری پیاری ساس سوجا

میں نماز پڑھ چکی ہوں مری جان دے نہ بانگیں
کہ ابھی دباؤں گی میں تری سوکھی ٹانگیں
نہ نچا تو اپنے دل میں غمِ آرزو کے بندر

مری پیاری ساس سوجا

مجھے جس سے پیٹتی ہے وہ تری چھڑی ہے گھٹیا
کوئی کالا ناگ دوں گی میں تجھے بنا کے لٹھیا
اسے ہاتھ میں اٹھا کر تو چلا کرے گی فر فر

مری پیاری ساس سوجا

''وہ'' کہیں گئے ہیں سننے کسی بیسوا کے گانے
میرے بھاگ میں لکھے ہیں تیرے عشقیہ ترانے
تجھے کتنے دوں میں پیسے؟ اے حسینۂ ستم گر

مری پیاری ساس سوجا

ترے پیار کی قسم ہے ہوئی حد ترے ستم کی
میں خموش اس لئے ہوں تو ہے ماں مرے خصم کی
تجھے ورنہ پھینک آتی کسی گہرے کھڈ میں جا کر

بیوی کی بغاوت

(۱)

وہ اک آہ بھر کر چھپا آفتاب
تپائی پہ بندی نے رکھ دی شراب
نہ میری نگاہوں سے شرمایئے
تبسم بہ لب نوش فرمایئے
خیال آرہے ہیں مجھے پے بہ پے
بہت ہی مزیدار ہو گی یہ شے
یہ دو گھونٹ کیا میں بھی پی لوں جناب؟
جو پی لوں نہیں کھایئے پیچ و تاب
ہوں اولاد میں بھی بڑے باپ کی
کروں کیوں نہ تقلید میں آپ کی

کسی دن اَجی میں بھی تو پی کے آؤں
ذرا میں بھی گھر بھر میں آفت اُٹھاؤں
جو پی آئی گھر بھر کو پیٹوں گی میں
کبھی آپ کو بھی گھسیٹوں گی میں
کسی بات پر ہو گئی گر میں تیز
تو پھینکوں گی کھانا الٹ دوں گی میز
میں توڑوں گی چینی کی سب تھالیاں
لغت میں نہ ہوں دوں گی وہ گالیاں
پیوں گی میں ہر روز اتنی شراب
کہ اک روز ہو گا یہ خانہ خراب
جب اس گھر میں ہو گا فلاکت کا راج
نہ پھر بھی اتاروں گی مستی کا تاج
یہ گھر سارا نیلام کر دوں گی میں
شرابی کا ہر کام کر دوں گی میں
بہت کچھ کرے گی کنیز آپ کی
کہ لڑکی ہے یہ بھی بڑے باپ کی

(۲)

اجی میں بھی کھڑکی سے دیکھا کروں
اجی میں بھی آنکھوں کو سیکا کروں؟
پرے پھینک دوں یہ حیا کی نقاب!
پھروں میں بھی گلیوں میں لے کے شباب؟
میں سائیکل لئے روز گھوما کروں؟
نگاہوں سے چہروں کو چوما کروں؟
کروں میں بھی سڑکوں پہ آوارگی؟

حسیں مردوں سے کچھ کروں دل لگی؟
میں مردوں کی آنکھوں پہ آنکھیں ٹکاؤں
بکیں جب وہ منہ سے ٹھینگا دکھاؤں؟
کروں ان پہ بیہودہ فقرے میں چست
جو بولیں وہ ''باجی'' میں بولوں ''درست''
میں بس میں رکھوں ان کے پیروں پہ پیر
وہ جانے لگیں تو کہوں ''شب بخیر!''
جو سینما میں بیٹھے کوئی پاس مرد
چکھاؤں اسے اپنی چٹکی کا درد
میں سڑکوں پہ چھیڑوں اُنہیں کھانس کر
ملے جو بھی لے جاؤں میں پھانس کر
نہ ہو کالے پیلے کی کچھ بھی تمیز
کہوں ''واہ'' کیا گھیر لائی میں ''چیز''
چھپیں مجھ سے ڈر کے نقابوں میں مرد
اگر دیکھ لیں مجھ کو ہو جائیں زرد
ہر اک گھر میں جاتے ہوں پرچے مرے
سبھی مردوں میں ہوں چرچے مرے
میں نام اپنے والد کا روشن کروں
میں چھ سات سو عشق کر کے مروں
کہ لڑکی ہوں میں بھی بڑے باپ کی
کروں کیوں نہ تقلید میں آپ کی

(۳)

میں مردوں کے کوٹھے پہ جایا کروں؟
میں ''باہر'' بھی دل کو لگایا کروں؟

میں دے جاؤں اس گھر کو تنہائیاں
مرے ساتھ ہوں میری ہمسائیاں
لپ اسٹک سے گلنار کر کے یہ لب
چلیں چہلیں کرتی ہوئی سب کی سب
پھریری ہو اک عطر کی کان میں
ہو اک جھرجھری سی دل و جان میں
ہو سگرٹ کا ٹن ایک ماچس کے ساتھ
چلیں جھومتی دے کے ہاتھوں میں ہاتھ
دُھواں اَپنے منہ سے اُڑاتی ہوئی
بڑھیں آگے اُودھم مچاتی ہوئی
جہاں آئے آوازِ چنگ و رباب
رُکیں دیکھ کر بزمِ ''رقص و شراب''
گناہوں کی اُن سیڑھیوں پر چڑھیں
ذرا ہچکچائیں پھر آگے بڑھیں
وہ بیٹھے ہوں سرمہ لگائے ہوئے
وہ گالوں میں پوڈر رچائے ہوئے
وہ ہوں جھریوں کو چھپائے ہوئے
مگر عطر میں ہوں نہائے ہوئے
کہیں اُٹھ کے وہ ہم سے آداب عرض
بجا لائیں رنڈی کا ہر ایک فرض
ادا سے گلوری کریں پیش وہ
کریں ہم سے طے پھر ''کم و بیش'' وہ
چھیڑیں جب ستار اور سارنگیاں
پئیں وسکی ہم، کھائیں نارنگیاں

ہر اک سانس اپنی نشے میں ہو غرق
نہ آئے نظر رات اور دن میں فرق
کہیں ہم ''اَرے مردوؤ'' گاؤ گاؤ
کوئی ناچ اَچھا سا ہم کو دکھاؤ
حسیں رات میں جب چھڑیں ٹھمریاں
قطاروں میں بیٹھیں ہوں ہم ''قمریاں''
ہو اک ہاتھ سینے پہ ساتھ آہِ سرد
دکھائیں اُنہیں اَپنی ''اُلفت کا درد''
وہ گھونگھٹ سے پھینکیں نگاہوں کی چوٹ
تو ہم پھینک دیں اُن پہ سو سو کے نوٹ
وہ ناچیں کمر کو ہلاتے ہوئے
قدم ہوں وہ گھنگھرو بجاتے ہوئے
وہ دیکھیں ہمیں مسکراتے ہوئے
نگاہوں سے اُلفت جتاتے ہوئے
پکاریں یہ ہم واہ کیا تان لی
ہماری تو اللہ قسم جان لی
مچل کر کہیں اُن سے بے تاب لب
یہ حرکت، یہ مُرکی، یہ توڑے غضب!
اسی طرح ہم داد دیتے رہیں
حسینوں کی ''بیداد'' لیتے رہیں
بجیں رات کے دو تو ہم لوٹ آئیں
محبت کے ہم لے کے غم لوٹ آئیں
کہیں آ کے سب اَپنے شوہر سے ہم
اَجی بستروں سے اُٹھو ایک دم

لگی بھوک ہے گرم کھانا کھلاؤ
اَپن تھک گئے پیر اُٹھ کر دباؤ"

﴾غالبؔ کے تکیوں پر لکھے ہوئے اشعار﴿

تھا خواب میں پٹھان کو مجھ سے معاملہ
جب آنکھ کھل گئی نہ زیاں تھا نہ سود تھا

کیا اندھیری ہے شبِ غم ہو گا چوروں کا نزول
آج ادھر کو ہی رہے گا دیدۂ غالبؔ کھلا

رات کے وقت مے پیئے ہاتھ میں اِک چھری لئے
آئے وہ یاں خدا کرے پر نہ کرے خدا کہ یوں

جب کہ گھر میں بس ایک مچھر ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

میں کس طرح سے سوؤں کہ کل سات آٹھ چور
آنے کا عہد کر گئے آئے جو خواب میں

اَبھی آتی ہے "بوُ" بالش سے اس کی "زلفِ مشکیں" کی
یہ تکیہ پھینک آؤ جی میں اِس تکئے سے باز آیا

پیو گے چائے یا قہوہ؟ عیادت کو تم آئے ہو

بہت ممنونِ احساں بندۂ بیمارِ بستر ہے

(تحریف)

غالب کی تازہ غزلیں

(۱)

پھر وہی لقمۂ تر یاد آیا — یعنی پھر ساس کا گھر یاد آیا
دم لیا تھا نہیں قلیوں نے ہنوز — کیوں ترا رختِ سفر یاد آیا
کان میں گونجیں خسر کی ڈانٹیں — پھر وہ ''نیرنگِ نظر'' یاد آیا
اس کی مونچھوں کا تصور کر کے — پھر مجھے کوے کا پر یاد آیا
کس نے پھینکا یہاں کوڑا کرکٹ — دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا
سائیکل یوں بھی گزر ہی جاتی — کیوں ترا راہ گزر یاد آیا
میں نے لیلیٰ پہ لڑکپن میں اسدؔ
سنگ اُٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

قیس ہر رنگ رقیبِ سر و ساماں نکلا
ایک لنگی تھی اسے پھینک کے عریاں نکلا

دیکھ کر اس کو اڑا شاخ سے اک ننھا پرند
پر کٹا جس کو سمجھتے تھے ''پر افشاں'' نکلا

کوئی گیدڑ ہو کہ بجّو ہو کہ چیتا ہو وہ
قیس کے گھر سے جو نکلا سو پریشاں نکلا

کھا گئی قیس کے گھر گھس کے وہ ہرنی کا گوشت
کام لیلیٰ کا بقدرِ لب و دنداں نکلا

آئی شامت مری لیلیٰ کو ذرا چھیڑ دیا
قیس دالان سے ہو کر غضب اَفشاں نکلا

توڑ دی لاٹھیوں سے اُس نے کمر میری ندیم
کیسا مریل تھا مگر رُستم و گاماں نکلا

کون سا تھا وہ کنواں ڈوب گیا جس میں اسؔد
کی جو تحقیق تو وہ چاہِ زنخداں نکلا

(۳)

ہے گال پہ اس تل کے سوا ایک نشاں اور
تم کچھ بھی کہو، ہم کو گزرتا ہے گماں اور

تم کہتی ہو انگلش میں محبت کی کرو بات
آتی نہیں اُردو کے سوا مجھ کو زباں اور

سعدؔی کی زباں میں مَیں کروں تجھ سے کچھ اِرشاد
ڈر ہے کہ یہ گزرے نہ کہیں تجھ پہ گراں اور

یارب نہ یہ سمجھی ہے نہ سمجھے گی مری بات
مُلک اور دے اِس کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور

کب سے ہم اِدھر بیٹھے ہیں اَے بوائے اِدھر آؤ
پانی کے سوا بھی ہے ''کوئی چیز'' یہاں اور

لے آؤ وہ ''شے'' جلدی سے اَب ورنہ یہ سن لو
کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے ''اَندازِ بیان''اور

گر حکم دو میڈم تو میں منگواؤں مٹن چاپس
کہ دینا اگر چاہیے ''دل'' اور ''زباں'' اور

''دل'' اور ''زباں'' کر لا فرائی اَرے بیرا
''دل'' اور دے اِس کو جو نہ دے مجھ کو''زباں''اور

مرتا ہوں اِس آواز پہ بِل کتنا ہی بڑھ جائے
تو بوائے سے لیکن یہ کہے جائے کہ''ہاں'' اور

تانگہ بھی مرے پاس ہے گھوڑا بھی مرے پاس
ہوٹل کے علاوہ تجھے لے جاؤں کہاں اور

پاتے نہیں جب راہ تو رُک جاتے ہیں تانگے
اُف دیکھ کے پبلک تجھے ہوتی ہے رواں اور

کالوں کو بھگاتے ہیں تو آ جاتے ہیں گورے
تم ہو تو اَبھی راہ میں ہیں ''سنگِ گراں'' اور

(۴)

حسن اُس پری وش کا اور پھر مکاں اپنا
بن گیا رقیب آخر تھا جو میہماں اپنا
اُس کی ہڈی پسلی کو ایک میں نے کر ڈالا
بازوؤں میں طاقت تھی خون تھا جواں اپنا
خاطر اس کی میں نے کی ''والدہ کی گالی'' سے
پھر اُلٹ دیا اُس پر پورا ''پیکداں'' اپنا
گندی گالیاں گونجیں آج سب محلے میں
اور پولیس نے بھی آ کر لے لیا بیاں اپنا

مہمان روتا تھا سب کو وہ دکھاتا تھا
اُنگلیاں فگار اَپنی ''خامہ خونچکاں'' اپنا
اُس سے ہاتھا پائی میں فرنیچر مرا ٹوٹا
جھٹ گرا دیا اُس نے جسم نیم جاں اپنا
میرے گھر سے وہ بھاگیں جھٹ سے اَوڑھ کر برقعے
کچھ نہ کہ سکا اُن سے عشقِ بے زباں اپنا
والدِ مکرم نے عاق کر دیا مجھ کو
کھٹ سے ہو گیا دُشمن سارا خانداں اپنا

(۵)

لازم تھا کہ پیتے میرا نسخہ کوئی دن اور
گھبرا گئے؟ پکڑے رہو کھٹیا کوئی دن اور
گھس جائے گا یہ کھرل یہ سُرمہ نہ پسے گا
مر جاؤں گا پِسُوں گا جو سرمہ کوئی دن اور
جب ہو گا یہ تیار بلا لوں گا میں فوری
پہنے رہو ان آنکھوں پہ یہ چشمہ کوئی دن اور
کہتے ہو کہ بل تیرا قیامت کو میں دوں گا
کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور
آج آئے ہو کیا آج ہی کر دُوں تمہیں اچھا
آنے دو مری جیب میں پیسہ کوئی دن اور
پی لیتے جو نسخہ میرا آتی نہ تمہیں موت

کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور
نالی میں پٹخ دی مری ''معجونِ شبابی''
کھا لیتے تو کہلاتے نہ بڈھا کوئی دن اور
ویدوں نے بتایا ہے کہ ہے ذوقؔ کو ٹی بی
لکھ لے وہ غزل اور قصیدہ کوئی دن اور